امامِ اہلِ سُنّت کا دس نکاتی تعلیمی پروگرام
Category : حیات و تعلیماتِ اعلٰی حضرت پر کتب و مقالہ جات
Published by admin on 2011/10/5

Imam Ahmad Raza ka Das 10 Nukati Taleemi Program

امامِ اہلِ سُنّت کا دس نکاتی تعلیمی پروگرام

حافظ محمد وسیم قادری

Imam-e-Ahle Sunnat's ten points of Educational Program

Hafiz Muhammad Waseem Qadri

پہلا نکتہ ۔ 1 عظیم الشان مدارس کھولے جائیں با قاعدہ تعلیمیں ہوں (فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۳)

تسہیل: اشاعت اسلام کیلئے عظیم الشان مدارس قائم کیے جائیں تاکہ باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ جاری ہو سکے۔

تشریح ۔ یہاں پر چند امور کی وضاحت ضروری ہے جو درج ذیل ہے۔

عظیم الشان مدارس سے کیا مراد ہے۔

دس نکاتی تعلیمی پروگرام کے پہلے نکتہ میں امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے فرمان کے پہلے حصے عظیم الشان مدارس سے مراد ایک ایسا علمی ادارہ ہے جس کا مقصد صرف اور صرف علم قرآن وحدیث کا فروغ ہے مسلمانوں اور دوسری اقوام کو علوم اسلامیہ سے متعارف کروانا ہی اس کی اوّلین ترجیح ہو اس دارالعلوم کا رقبہ اور عمارت اگرچہ مختصر ہی کیوں نہ ہو لیکن اس سے جاری ہونے والا علم ساری دُنیا میں اپنی خوشبو پھیلا رہا ہو۔ جس دارالعلوم میں قال اللہ عزوجل وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں آنے کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی عزوجل تک پہنچنے کیلئے تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واطاعت کا عملی سبق بھی پڑھایا جاتا ہو۔

اس کی اوّلین عملی مثال اصحاب صفہ کی اعلیٰ تعلیم وتربیت ہے اور اس کے بعد تاریخ اسلام میں قائم ہونے والے عظیم مدارس ہیں جن سے مفسرین ومحدثین کرام اور مشائخ واولیائے عظام علم شریعت وطریقت حاصل کر کے نکلتے رہے یعنی اس سے مراد امام اہلسنت علیہ الرحمہ کے نزدیک بنیادی چیز فروغ اسلام کیلئے ایک جاندار تحریک ہے جس کی اوّلین ضرورت خالص اسلامی نظریہ اور اسلاف کا اتباع ہے۔ اراضی اور عمارت آپ کے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ جب اشاعت اسلام کا جذبہ صادقہ اور اخلاص شامل حال ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے فروغ اسلام کی تحریک بغیر کمرہ اور زمین کے ہی شروع ہو جائے گی اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں ایک عظیم الشان دارالعلوم قائم ہو جائے گا اور ہر کام کیلئے غیب سے اسباب مہیا ہونا شروع ہو جائیں گے۔

اس کی عمدہ مثال امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کا اپنا قائم کردہ ادارہ دارالعلوم منظر اسلام (1904ء) بریلی شریف ہے جو قیام کے وقت بہت وسیع وعریض اراضی اور عمارت پر مشتمل نہیں ہے جو ابتداً جناب رحیم یار خان صاحب کے مکان پر قائم ہوا اور چند نوجوان اس عظیم الشان دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے طلباء ہیں۔ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی علیہ الرحمہ اس میں پہلا سبق پڑھ رہے ہیں اور چند طلباء آپ کے ساتھی ہیں گرمی سے بچنے کیلئے پنکھے اور اندھیرے سے

[pagebreak]

اُجالے کیلئے بظاہر بجلی موجود نہیں دیکھنے والے کو اس دارالعلوم منظرِ اسلام میں ظاہری وسائل نظر نہیں آرہے ہیں لیکن جو ہستی اس دارالعلوم منظر اسلام کی ناظم اور سرپرست ہے اُس کا سینہ علم و معرفت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزینہ ہے جس کا دل و دماغ بغداد والے شہنشاہ کی عقیدت سے معمور ہے جس کے خون کا ہر قطرہ اشاعتِ اسلام اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بے قرار اور وقف ہے۔

جس کا علم و عمل اس قدر مضبوط کہ مسلمانوں کو سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر کے جہنم کی آگ اور گرمی سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دور کر رہا ہے۔ جس کی تحریریں اس قدر جاندار کہ نا صرف دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف بلکہ دُنیا کے بے شمار ممالک میں '' اندھیروں کو اُجالوں '' میں تبدیل کر رہی ہیں۔ جو قریباً ایک ہزار تصانیف کا مصنف ہونے کا اعزاز رکھتا ہے۔ جس کی ہستی۔ سے ابھی بچپن علوم ہی آشکارہ ہوئے تو کیا اپنے کیا بگانے سب عش عش کر اٹھے مکمل علم تک رسائی نہ ہوسکی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس غلام کو کتنے علوم و معارف عطا فرمائے۔ جب اس عظیم الشان دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے بانی وسرپرست کے علوم کا یہ عالم ہے اس کا تاریخی نام آپ کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے تجویز کیا تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس دارالعلوم سے پڑھ کر اور علم سیکھ کر نکلنے والے علماء کرام کا کیا عالم ہوگا وہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی، ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین فاضل بہاری، حضرت علامہ عبدالسلام جبلپوری، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان، محدث اعظم ہند حضرت الشاہ محمد اشرفی کچھوچھوی، قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ ہوں۔ یا مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، حضرت مفتی برہان الحق جبلپوری، حضرت سید دیدار علی شاہ الوری، حضرت مولانا عرفان علی بیسلپوری، حضرت مولانا جمیل الرحمٰن قادری حضرت سید ابوالبرکات محمد احمد قادری علیہم الرحمۃ والرضوان ہوں۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے نسبت رکھنے والا ہر عالم ایسا ہیرا بن کے چمکا کہ پھر اک جہاں کو چمکا دیا۔

معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کا عظیم الشان مدارس سے مراد ایسے دارالعلوم ہیں جہاں سے فروغ اسلام کیلئے ایسے جید علمائے باعمل تیار ہوں جو ہر لحاظ سے دفاعِ اسلام اور اشاعت دین کا فریضہ سرانجام دے سکیں جہاں سے مصنفین، مدرسین، مقررین، مبلغین اور مفکرین کی ایسی جماعت تیار ہوسکے جیسی مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ہوئی کیونکہ یہ علم دین ایک نور ہے اور جب یہ حقیقی علم نور کی شکل میں کسی بھی انسان میں سرایت کر جاتا ہے تو پھر انسان کی بری خصلتوں کو بدل کر اُس کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ زمانے کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکے پھر زمانے نے دیکھا کہ جس مدرسے نے بھی یہ راہ اختیار کی کامیابی نے اُن کے قدم چومے اور معاشرے میں اُس کے اثرات دیر تک باقی رہے۔ اس کی زندہ مثال جامعہ نعمانیہ، جامعہ نعیمیہ، جامعہ حزب الاحناف، جامعہ رضویہ مظہر اسلام، جامعہ نظامیہ رضویہ، جامعہ اشرفیہ، جامعہ امجدیہ، جامعہ نظام الدین اولیاء جامعہ محمدیہ غوثیہ اور جامعہ حنفیہ فریدیہ ہیں۔

2۔ باقاعدہ تعلیم سے کیا مراد ہے؟

عام اصطلاح میں تو باقاعدہ تعلیم سے مراد وہ تعلیم ہے جو باقاعدگی سے جاری رہے اور تعطل کا شکار نہ ہو، لیکن امام اہلسنت حضرت شیخ الاسلام

والمسلمین الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے نزدیک ''باقاعدہ تعلیم'' سے مراد مفہوم بہت ہی سادہ اور جامع ہے آپ کے نزدیک ہر جامعہ میں پڑھائی جانے والی تعلیم باقاعدگی سے جاری رہنے کے ساتھ ساتھ ایسے جامع نصاب تعلیم وتربیت پر مشتمل ہو جو کفر و شرک اور توہین انبیاء واولیاء سے بلکل پاک ہو اور شریعت مطہریہ کے دائرہ میں رہ کر پروان چڑھ سکے تا کہ جب ایک طالب علم نصاب تعلیم کو پڑھ کر فارغ ہو تو اُس کا دل اطاعت الٰہی عزوجل اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہو اور اُس کا جسم شریعت مطہرہ پر عمل کرنے اور کروانے کیلئے ہر وقت بے قرار ہو۔

کیونکہ ہمارے بعض جامعات سکولز اور کالجز میں ایسے نصاب زیر تعلیم ہیں جن کی اپنی اسلامی کوئی حدود نہیں یعنی جن کو مرتب کرنے والے اپنے آپ کو ڈاکٹر، پروفیسر اور دینی سکالرز کہلاتے ہیں لیکن حقیقت میں اسلام کے نصاب تعلیم کو نہیں سمجھتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ واضح طور پر دانستہ یا غیر دانستہ اسلام کے مستقبل کو مٹانا چاہیے ہیں اور کسی صاحب بصیرت سے مشورہ کیے بغیر ایسا نصاب تعلیم رائج ہو چکا ہے۔ جس کے خلاف احتجاج کرنا ضروری ہو چکا ہے جس میں قرآن مجید اور احادیث کے غلط تراجم شائع کیے گئے ہیں نصاب سے جہاد اور طریقہ نماز کو نکال کر آخر ہم کس کی پیروی

کرنا چاہتے ہیں تاریخ کو مسخ کر کے کیا ہم اپنے بزرگوں کے سامنے شرم سار نہیں؟

برصغیر پاک و ہند میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بعد اگر کسی نے علی الاعلان ہندوں کی مخالفت کی اور اُن کے باطل عقائد کے خلاف کتابیں لکھیں اور بتایا کہ مسلمان اور ہندو ایک علیحدہ قوم ہے ان کے عقائد عبادات اور رسم ورواج علیحدہ علیحدہ ہیں مسلمان کسی صورت میں بھی ہندوں میں ضم نہیں ہو سکتے تو وہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن ہیں سب سے پہلے دو قومی نظریہ حقیقت میں پیش کرنے والی شخصیت تو اعلیٰ حضرت کی ہے لیکن ہم پر صد ہزار افسوس کہ جس نے مسلمانان ہندوستان کے عقائد واعمال کی حقیقی معنوی میں پاسبانی کی اور قرآن وحدیث کی تعلیم سے سرزمین پاکستان یعنی پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ کا تصور اپنی تحریروں سے مسلمانان عالم کے سامنے پیش کیا اُس کا ذکر سرکارطور پر چھاپنے والی ہر کتاب میں نہ کرنا ثواب سمجھا جاتا ہے اور جن لوگوں نے پاکستان اور تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی سخت مخالفت کی اور کانگرس کا ساتھ دیکر کانگرسی کہلائے۔ نصاب مرتب کرنے والوں نے اُن کو تاریخ کا ہیرو نالیا یہ حالات کی ستم ظریفی ہے یا پھر ہماری غفلت، ثبوت کیلئے چند اقتباسات ملاحظہ فرمایئے کہ جن شخصیات کا ذکر ہونا چاہیے تھا اُن کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا گیا اور وطن کے نونہالوں سے ناانصافی برتی گئی۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی طرف سے 2005ء میں چھپنے والی جماعت دہم کیلئے مطالعہ پاکستان کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

1۔ باب نمبر 2 صفحہ نمبر 19 پر قیام پاکستان کا پس منظر اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

''علمی محاذ پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور اُن کی اولاد اور پھر ان کے شاگرد سرگرم عمل رہے ان کے زیر اثر تحریک مجاہدین شروع ہوئی، جس کے امیر سید احمد شہید بریلوی تھے۔ 1831ء میں سید احمد شہید اور اُن کے رفیق خاص سید اسمٰعیل شہید بالاکوٹ میں سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ عسکری سطح پر احیائے اسلام کی آخری کوشش بھی ناکام ہوگئی۔ تربیتی میدان میں اس تحریک کے اثرات جاری رہے اور خاص طور پر بنگال میں فرائض تحریک نمایاں ہوئی۔ فرائضی تحریک کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو فرائض کی ادائیگی اور دعوت وتلقین تھا۔ 1857ء کی

[pagebreak]

جنگ آزادی مسلمانوں کے سیاسی احیاء اور استقلال کی کوشش تھی۔ سیاسی احیاء کے حوالے سے دینی احیاء کی توقع پر علماء کی بھاری تعداد نے اپنی الگ لشکر بندی کر کے شاملی کے محاذ پر بڑی بے جگری سے انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اس لشکر کے امیر تھے اور لشکر میں متعدد وہ علماء شامل تھے جنہوں نے بعد میں تحریک دیوبند میں نمایاں کردار ادا کیا۔ (سطر نمبر 9 تا سطر نمبر 18)

وضاحت : مندرجہ بالا پیراگراف میں کچھ خبریں بلکل غلط ہیں اور کچھ کو اپنی مرضی سے غلط بیان کیا گیا ہے۔

(۱) یہ بات حقیقت ہے مغلیہ سلطنت کے بعد انگریزوں کے خلاف علمی محاذ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان اور شاگرد سرگرم رہے لیکن یہاں پر دانستہ طور پر آپ کے سب سے قابل صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ذکر خیر چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ اس لیے کہ یہ فتاوٰی عزیزیہ اور تفسیر عزیزی کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ تیرہویں صدی ہجری کے مجدد بھی ہیں جبکہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنے والد صاحب کے دین سے انحراف کر کے کتاب تقویۃ الایمان لکھی جس نے برصغیر میں "فتنہ فساد اور انتشار کو ہوا دی۔

(۲) 1831ء میں سید احمد اور اسمٰعیل دہلوی بالاکوٹ میں سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے نہیں بلکہ مسلمانوں کو شرک اور بدعتی کہنے کی بنا پر مارے گئے کیونکہ جہاد کی ضرورت تو بالاکوٹ میں نہیں تھی کیونکہ وہاں پر اکثریت مسلمانوں کی ہے سکھوں کے خلاف جہاد تو پنجاب وغیرہ میں ہوسکتا ہے۔ بالاکوٹ میں کیا ضرورت تھی؟ فرائضی تحریک کے اثرات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ برسرپیکار تھے اس لیے مسلمانوں کو مشرک و بدعتی قرار دینے کیلئے تقویۃ الایمان لکھنے کی ضرورت پیش آئی جو اس کا سبب بنی۔

(۳) 1857ء کی جنگ آزادی مسلمانوں کے سیاسی احیاء اور استقلال کی کوشش تھی مولانا قاسم نانوتوی کو اس لشکر کا امیر غلط لکھا گیا ہے بلکہ اس لشکر کے اصل سپہ سالار حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی شہید علیہ الرحمہ، حضرت مولانا کفایت علی کافی علیہ الرحمہ شہید اور شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ ہیں جنہوں نے احیائے اسلام کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا جنہیں کالے پانی کی سزا ہوئی جنہوں نے تختہ دار پر بھی پیغام حق سنایا۔ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے شفاعت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جامع کتاب لکھی جو حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے اُردو ترجمے کے ساتھ لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے ہیرو حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے موضوع پر سلمہ سہول پنجاب یونیورسٹی سے جامع مقالہ بھی لکھ چکی ہیں جو لاہور سے شائع ہو چکا ہے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی مدظلہ نے بھی فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کے حوالے سے پی ایچ ڈی کے دوران مقالہ لکھا ہے۔

حضرت علامہ کفایت علی کافی شہید علیہ الرحمہ نے تختہ دار پر یہ مشہور زمانہ نعت پڑھی

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا — پر رسول اللہ ﷺ کا دین حسن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک — نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہے گا

معلوم ہوا کہ قاسم نانوتوی کو جان بوجھ کر غلط بیانی کے تحت 1857ء کا ہیرو بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور بغیر کسی ثبوت کے بڑی چالاکی و عیاری کے ساتھ تحریک جنگ آزادی کو دیوبند سے جوڑ دیا گیا جو کہ سراسر غلط ہے جنگ آزادی 1857ء کے اصل ہیروز کا نام تک نہیں لیا گیا جو بددیانتی ہے تاریخ کو مسخ کرنے والوں کو یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ ابھی تاریخ پر بناوٹی پردہ ڈالا گیا اور جا رہا ہے جو کسی وقت بھی چاک ہو سکتا ہے

[pagebreak]

اور احتجاج کر سکتا ہے کہ تم نے اصل تاریخ کو چھپا کر پوری ملت اسلامیہ کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی سے کام لیا ہے۔ جو ایک مورخ کو زیب نہیں دیتا۔ قاسم نانوتوی اگر اس تحریک کا امیر تھا جبکہ اُس سے بڑے عالم اور صاحب فضل کمال لوگ موجود تھے تو سوال یہ ہے کہ قاسم نانوتوی نے شہادت کو انگریزوں کے ساتھ لڑ کر قبول کیوں نہ کیا۔ جبکہ تحریک جنگ آزادی میں اکابرین نے تو شہادت کے جام نوش کیے۔

2۔ دوقومی نظریے کا ارتقاء کے متعلق صفحہ نمبر 20 پر یہ سطریں تحریر ہیں

☆ دوقومی نظریہ کو علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد سے منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ یہ خطبہ دوقومی نظریے کا آغاز نہیں بلکہ ارتقاء کا نقطہ ہے۔ اس سے بہت پہلے ایک انگریز مفکر جان برائٹ نے 24 جون 1858ء کو مسلمانوں کی الگ ریاست کا تصور پیش کیا۔

☆ 1867ء میں سرسید احمد خان نے برملا کہہ دیا تھا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اور ایک دوسرے میں جذب نہیں ہوسکتیں۔

☆ 1879ء میں مولانا جمال الدین افغانی (1890ء) میں مولانا عبدالعلیم شرر اور 1913ء میں میں ولایت علی بمبوق نے نظریے کا تصور پیش کیا

☆ 1928ء میں مولانا مرتضیٰ احمد میکش اور مولانا اشرف علی تھانوی نے مسلمانوں کی الگ ریاست کے قیام کی بات کی۔ گویا 1930ء سے قبل دوقومی نظریہ ارتقاء کے تمام مراحل طے کر چکا تھا۔

☆ 1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمان برصغیر میں سخت بحران میں مبتلا ہوگئے۔ اس صورت حال میں سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی فلاح کا بیڑا اُٹھایا۔

وضاحت : (۱) علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد کو ایک طرف رکھ کر ایک انگریز جان برائٹ کو دوقومی نظریے کا بانی قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ گویا کہ مصنف کو برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک آزادی کے ہیرو علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دُنیائے اسلام کی عظیم شخصیت حضرت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی نظر تک نہ آئیں کہ مصنف کو دوقومی نظریے کا آغاز ایک انگریز جان برائٹ کے سر سجانا پڑا جو ایک سال قبل مسلمانوں کے قتل و غارت گیری سے فارغ ہوئے تھا۔

(۲) دوقومی نظریے کے اصل بانی اور تحریک پاکستان کے ہیرو شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا اور آپ کے رفقاء کا ذکر خیر اشارۃً اور کنایۃً بھی دانستہ طور پر نہیں آنے دیا گیا۔ میکش اور تھانوی سے پہلے 1856ء تا 1921ء کے عرصے میں آپ اور آپ کے رفقاء اور خلفاء نے مسلمانانِ ہند کی تعلیم و تربیت اور تحفظ کیلئے جو کوشش کی اُن کا کہیں ذکر نہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ حضرت وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ، عالمی مبلغ شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ اور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کو تحریک پاکستان کا ذکر کرتے وقت ذکر نہ کرنا سراسر غلط بیانی ہے یا پھر لکھنے والے نے تاریخ کا غلط رُخ ہی دیکھا ہے اور حقائق تک اس کی رسائی ہی نہیں ہے۔

☆ ''اسباب رسالہ بغاوت ہند'' بھی سرسید احمد خاں کی ایک اہم سیاسی خدمت تھی۔ اس رسالہ میں آپ جنگ کے حقیقی اسباب سے انگریز حکومت کو

آگاہ کیا جنگ آزادی کے بعد سر سید احمد خاں کی حیثیت سیاسی مسیحا سے کم نہ تھی۔ مسلمانان برصغیر کے وجود کو قائم رکھنے کیلئے آپ آگے بڑھے اور انگریزوں کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔

وضاحت: حضرت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے 1866ء میں بعمر 10 سال شرح ہدایۃ النحو اور 1870ء بعمر تیرہ سال میں ضوء النہایہ فی اعلام الحمد و الهدایہ لکھ کر تعلیم کا آغاز کر دیا۔ آپ نے اپنی کتب میں مسلمانان ہندوستان کی پستی کے اسباب اور علاج تحریر فرمائے اور مسلمانوں کی تعلیم کیلئے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کی بنیاد رکھی۔ آپ نے مسلمانوں کو اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی بھرپور دعوت دی آپ کے خلیفہ خاص شاہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ نے دُنیا بھر میں انگریزی اور دوسری زبانوں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ اور کبھی انگریزوں اور ہندوؤں کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ حقیقی اسلام کو عملی طور پر پیش کیا اور کبھی انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ دوستی کا ہاتھ نہ بڑھایا بلکہ ان کی وضع قطع اور نظریات سے مسلمانوں کو دور رہنے کی تنبیہ کی انگریز حکومت کی طرف سے ملنے والی ہر امداد کو ٹھکرا دیا اور انگریز کے ہر غلط قانون کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ آپ کے بیٹے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نس بندی کے سامنے مرد آہن بن کر کھڑے ہوگئے بالآخر انگریزوں کو تمام سختیوں کے باوجود اپنا قانون واپس لینا پڑا۔ حقیقت میں ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا بیڑا اُٹھانے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اور آپ کے خلفاء ہیں۔

3۔ صفحہ نمبر 25 پر اشرف علی تھانوی اور مسلم لیگ کا تعلق اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

''تحریک پاکستان میں علماء دیوبند کی جس جماعت نے خاص طور پر حصہ لی وہ مولانا اشرف علی تھانوی کی دیوبند جماعت تھی۔ آپ کے نزدیک ہندو مسلمانوں کے اول درجے کے دشمن تھے۔ انہوں نے کانگرس کو ہندوؤں کی جماعت قرار دیتے ہوئے اس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا۔ کانگرسی وزارتوں کے (1937-39) میں بندے ماترم اور ترنگے جھنڈے کو اسلامی رسومات کے خلاف خطرہ قرار دیا۔ آپ نے لوگوں کو شمولیت کا کہا جبکہ قائداعظم کے ساتھ مکمل خط و کتابت میں رہے۔ وہ ایک آزاد ریاست کے خواہاں تھے۔ ان کی یہ خواہش 1947ء میں بالآخر پوری ہوگئی''۔

وضاحت: مندرجہ بالا پیرا مکمل جھوٹ کا پلندہ ہے تحریک پاکستان میں جس نے سب سے زیادہ مخالفت کی وہ علماء دیوبند کی جماعت تھی۔ تفصیل کیلئے مدرسہ دیوبند کے موجودہ مہتمم مولوی مرغوب الرحمٰن کا بیان پڑھئے۔

''ہماری نظر میں وہ (قائداعظم) مسلمان بھی نہیں تھے، وہ نہ تو نماز پڑھتے تھے، نہ ہی روزہ رکھتے تھے، انہوں نے ہندوستان کو تقسیم کرایا، جبکہ مدرسہ دیوبند نے ہمیشہ ملک کی تقسیم کی مخالفت کی''۔

یہ بیان تقریباً کانگرس کے ایک اہم رکن کے بیان سے ملتا جلتا ہے جس میں اُس نے کہا تھا'' کہ اگر کانگرس کے پاس ایک محمد علی جناح اور سو گاندھی ہوئے تو ہندوستان کبھی تقسیم نہ ہوتا''۔ اس سے معلوم ہوا دیوبند کے مہتمم ابھی تک وہی کانگرسی بولی بول رہے ہیں جو اُن کو وہاں تعلیم دی جاتی رہی۔ اسی لئے تو صد سالہ جشن میں اندرا گاندھی کو شرکت کی دعوت پیش کی گئی۔ جس مدرسہ میں ابھی تک پاکستان اور مسلم لیگ کے قائد محمد علی جناح کے بارے میں دشمنی کا زہر اگلا جا رہا ہے اُس مدرسے سے کیا امید ہے کہ وہاں سے اشرف علی تھانوی اور دیوبند کی جماعت نے پاکستان بننے کا

[pagebreak]

خواب دیکھا تھاہاں اگرخواب دیکھا تھاتو پاکستان نہ بنانے کا اوراگر خط وکتابت کی تھی تو پاکستان کی مخالفت کی۔جس کو بدل کراس منظر کو چھپا دیا گیا ہے لیکن دُنیا جانتی ہے کہ 1926ء آل انڈیا سنی کانفرنس سے شروع ہوئی اور 1946ء بنارس تک قائم ہوتی رہی جس میں شہزادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ خلفائے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور جید علمائے کرام نے پاکستان بنانے کیلئے مسلم لیگ کا بھر پور ساتھ دیا۔

اگراشرف علی تھانوی نے دیوبند سے مسلم لیگ کی حمایت کی ہوتی تو ہرگز ہرگز علماء دیوبند کانگرس کے ساتھ ملکر مسلم لیگ کے خلاف کاعلم بلند نہ کرتے احراری گروپ، جماعت اسلامی مودودی گروپ اور حسین احمد مدنی نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ ان سب کی جڑیں دیوبند تک پہنچتی ہیں۔

حسین احمد مدنی کے بارے میں علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے درست فرمایا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ — زدیوبند حسین احمد ایں چہ ابو العجبی است
سرود بر سر منبر کہ دین از وطن است — چہ بے خبرز مقام محمد عربی است

تو معلوم ہوا کہ مدرسہ دیوبند کی طرف سے شروع سے لے کراب تک غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔لیکن حقیقت کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتی۔صفحہ نمبر 26،27 کی چند تحریریں درج ذیل ہیں۔

"علامہ شبیر احمد عثمانی کا نام تحریک پاکستان میں بہت اہم ہے آپ نے دوقومی نظریہ کے متعلق فرمایا کہ اسلامی نقطہ سے زمین پر دوقومیں آباد ہیں ایک وہ جو مسلم یا مؤمن ہیں دوسری وہ جن کو کافر کہتے ہیں۔آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے موقف کی تائید کرتے ہوئے قیام پاکستان کی حمایت کی۔اسی مقصد کیلئے آپ نے 1945ء میں علماء کی ایک جماعت جمعیت العلماء اسلام قائم کی جس کے وہ پہلے صدر بنے۔آپ نے پاکستان کو مسلمانوں کے پیدائشی حق سے یاد کیا۔آپ کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا رکن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے"

وضاحت : کانگرسی علماء اور اکابرین دیوبند نے جب دیکھا کہ پاکستان تو سنی مسلمان بنا کرہی دم لیں گے تو اپنی کوتاہیوں کو چھپانے اور اپنی مخالفت پر پردہ ڈالنے کیلئے جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد رکھی گئی اور چند علماء دیوبند کو تیار کیا گیا کہ وہ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کا علم بلند کریں تاکہ پاکستان بنانے والے تو ہم ہیں۔چنانچہ اس میدان میں شبیر احمد عثمانی سب سے پہلے کودے 1946ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی جس کی بناء پر علماء دیوبند بظاہر کچھ اُن سے ناراض ہوئے۔

افسوس ہے ان مؤرخین پر کہ جنہوں 1946ء میں ہونے والی عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا ذکر خیر تک نہیں کیا جس نے قیام پاکستان کے حصول کیلئے فیصلہ کن نتائج فراہم کیے۔لیکن ہمارے مؤرخ تاریخ گو ہونے کی بجائے تاریخ ساز بن بیٹھے اور اپنی مرضی سے تاریخ کو بدلنا شروع کردیا یہاں پر صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے۔

منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

ایڈیٹر

[pagebreak]

2۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۳)

تسھیل : طلبہ کو وظائف دیئے جائیں تاکہ وہ علم کے شیدائی بنیں۔

وضاحت: امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دس نکاتی تعلیمی پروگرام کا دوسرا نکتہ خصوصاً طلباء اور والدین کیلئے نہایت مفید ہے۔ طلباء میں تعلیم کو محنت وجدوجہد کے ساتھ حاصل کرنے کی تحریک ہے اور والدین کو وظائف کے سہارے گراں قدر اخراجات سے نجات، جو والدین اس فکر میں سرگرداں ہیں کہ دینی اداروں میں صرف منتخب دینی کتب پڑھنے اور وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں ملتا تو ایسے افراد کے بچوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے یہ ایک نسخہ کیمیا ہے۔

ایسے ذہن کے حامل افراد کے بارے میں نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون تحریر فرماتے ہیں۔

''سب سے زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ معاشرہ میں مسلمان ہر اس چیز کی تعریف کرتے ہیں جو مغربی معاشرہ کا حصہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنی فضیلت مغربی ثقافت کی پیروی میں سمجھتے ہیں۔ نوجوانانِ اسلام اسلامی ثقافت سے بے بہرہ ہیں۔ ان کی زندگی کا محور اس مغربی معاشرہ میں دردر کی ٹھوکریں کھانا، دشمنان دین کی چاپلوسی اور نتیجۂ زندگی کی ہر خوشی سے محروم ہو کر اسلام سے دوری اور نشہ شراب میں مست ہوتا ہے۔ اس طرح کی غلط اور بے لگام زندگی میں بچوں کا قصور نہیں بلکہ انہیں زندگی میں اسلام کی تعلیم ہی نہیں دی گئی نہ انہیں اسلامی ثقافت کی برکتوں سے آگاہ کیا گیا۔ ان کی زندگی لادینی اسکول میں جاتے جاتے گزر گئی لیکن ان کے والدین کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ انہیں اسلامی درس گاہ تک لے جاتے۔ (امام احمد رضا خان کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات صفحہ نمبر 30)

معلوم ہوا کہ اگر طلبہ یا والدین اسلامی طرزِ تعلیم سے غیر مرغوب ہیں تو اُس کی وجہ والدین اور اساتذہ ہیں جنہوں نے طلباء کو ایسا باذوق علمی ماحول عطا نہیں کیا جس طرف طلبہ رغبت پاتے اور دلجمعی کے ساتھ تعلیم دین حاصل کر کے دین اسلام کی خدمت سرانجام دیتے اگرچہ اس کی اوّلین ذمہ داری حکومت وقت پر تھی لیکن چونکہ حکومت خود مغربی تہذیب وتعلیم سے متاثر تھی اس لیے اُس نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہ دی جس کے نتیجے میں کوئی ایسی اجتماعی تبدیلی رونما نہ ہوسکی جو حکومت کے ذریعے متوقع تھی۔ ایسے حالات میں سرکاری اسکولوں اور کالجوں یونیورسٹیوں کو خوب اراضی، عمارات اور رقوم سے نوازا گیا لیکن اسلامی درس گاہوں کو اس سے محروم رکھا گیا ساتھ ساتھ عوام کی نگاہوں میں ان کا وقار بھی گرایا گیا۔ نتیجۂ مسلمان والدین اور طلبہ دُنیاوی تعلیم کو دینی تعلیم سے بہتر اور مؤثر سمجھنے لگ گئے اور اُن کا زعم باطل اس طرف گیا کہ اسکول، کالج یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ نوکریاں حاصل کر سکتے ہیں۔ جب کہ ہر مسلمان کو یہ بات ہر وقت یاد رکھنی چاہیے

دین اسلام کا معلم ہو یا متعلم وہ اس بات کو یقین کامل کے ساتھ مکین قالب بنالے کہ سکھانے والا جو سکھا رہا ہے اور سیکھنے والا جو سیکھ رہا ہے وہ نہایت عظمت وحشمت والا سرمایہ سرمدی ہے جس کا بدل دُنیا کی گرانقدر چیز بھی نہیں ہوسکتی۔ (المعلم والمتعلم صفحہ نمبر 23)

[pagebreak]

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے "ایک نیک صالح مرد نے اپنے بیٹے کی تعلیم کیلئے ایک معلم مقرر کیا ابھی استاذ نے سورۃ فاتحہ ہی سکھائی کہ اس صالح مرد نے چار ہزار دینار بطور شکرانہ استاد کو بھیجے استاذ نے کہا ابھی انہوں نے کیا دیکھا کہ اتنا مال بخشا ہے بچے کے والد بزرگوار نے معلم سے کہا کہ آئندہ میرے بیٹے کو مت پڑھانا کہ تیرے دل میں عظمت قرآن نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف قدیم جلد دہم)

امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے اس نکتے میں اساتذہ اور منتظمین کیلئے تعلیم کو بہتر بنانے کی طرف ایک اشارہ ہے اس کے ذریعے طلباء کے ذوق وشوق کو بڑھانے کیلئے اور بھی کئی مواقع شریعت مطہرہ کے دائرے میں رہتے ہوئے فراہم کیے جاسکتے ہیں۔ تاکہ طالب علم اس احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو کہ مجھے تعلیمی تحقیق کے ذرائع میسر نہیں۔ کسی بھی صحت مند تعلیمی ماحول کیلئے وظائف، مباحثے، مناظرے، مقالے، مناقشے تقریری وتحریری مقابلے، سیر وتفریح کے مواقع اور مطالعاتی مراکز کا قائم ہونا بے حد ضروری ہے۔ طلبہ کو عالمگیر مبلغ اسلام بنانے کیلئے عالمی زبانیں سیکھنا اور سکھانا بہت ضروری ہے۔

اس طرف ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم اس طرح توجہ دلاتے ہیں۔

"آج کی اس جدید دنیا میں جید علمائے کرام کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ مساجد اور مدارس کو صرف مذہبی فرائض وعبادات تک محدود نہ رکھیں بلکہ ان میں طلبہ وطالبات کی ایسی تربیت کا انتظام موجود ہو جو طلبہ کے اندر محبت اسلام پیدا کرے، انہیں اپنے مذہب سے جنون کی حد تک لگاؤ ہو، اس کیلئے مدارس میں جدید اسلامی لٹریچر اور دیگر غیر نصابی مواد بھی فراہم ہونا چاہیے۔ عالم صرف مسجد اور مدرسہ کا منتظم نہیں ہے بلکہ وہ مسلم معاشرے کو ترقی کی راہ پر موجزن کرسکتا ہے۔ مگر کیا ایسا ہو رہا ہے یا علماء کرام اس ضرورت کو سمجھ رہے ہیں لگتا ہے کہ ایسا نہیں ہو رہا ہے مگر کیوں؟ اولیاء کرام نوجوان نسل کی رہنمائی میں اپنا اثر ورسوخ استعمال فرمائیں اور انہیں طریقت کے اصولوں کی روشنی میں تصوف کی چاشنی سے بہرہ ور کریں"
(اسلامی تعلیمی نظریات صفحہ نمبر 44)

پروفیسر آصف حسین صاحب لکھتے ہیں۔

"نوجوانوں کی دل چسپی کے مشاغل کو مدارس میں جگہ دے کر ان کو اسلام کی طرف راغب کیا جاسکتا ہے۔ ایسی مثبت سرگرمیاں، کھیلیں وغیرہ ہمارے کمیونٹی سینٹر میں موجود ہونی چاہئیں تاکہ ہماری نئی نسل شوق سے قدیم وجدید مدارس میں آکر اپنا زیادہ وقت اپنی کمیونٹی میں صرف کریں اس دوران انہیں دینی محافل سے بھی استفادہ کا موقع ملے گا۔ اور بری سوسائٹی سے بچنے میں مدد ملے گی۔ مدارس، مساجد اور خاندان تینوں کا آپس میں گہرا ربط ہونا چاہیے۔ مدارس کو اپنے نصاب میں نظر ثانی کرکے ان تینوں عناصر کو اپنے نصاب میں جگہ دے کر ان کے لیے تربیتی پروگرام شروع کرنا چاہیے۔ اسلام کی تعلیم صرف کتابوں سے ہی نہیں بلکہ ماحول سے بھی حاصل کی جاتی ہے جو اسلام کے حقیقی ماحول کی عکاسی کرتا ہو۔ خاندانی مسائل طلبہ کی تعلیمی ضرورتوں اور اداروں کے کردار پر ہمارے مدارس اپنا کردار ادا کریں تو انشاء اللہ عزوجل ظلمت کی فضا نورانی اجالوں میں تبدیل ہوگی پھر ہمارے نوجوان وبزرگ اور ہماری خواتین حقیقی معنوں میں اسلام کے ترجمان ہوں گے"۔ (امام احمد رضا کا جدید اسلامی نظام تعلیم صفحہ نمبر 64)

ایڈیٹر

[pagebreak]

3۔ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

تسھیل۔ مدرسین کو ان کی محنت کے مطابق معقول تنخواہ دی جائے

وضاحت۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے ارشاد فرما اس نکتے میں جہاں مدرسین کے مسائل کو احسن انداز سے حل کرنے کی طرف اشارہ ہے تو دوسری طرف مدرسین کو تعلیمی کارکردگی بہتر سے بہتر بنانے کی تلقین موجود ہے یعنی اس ایک نکتے میں امام اہلسنّت علیہ الرحمہ نے دو عظیم مسائل کو حل فرما دیا ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو ہمارے بعض تعلیمی ادارے انھیں دو بنیادی مسائل کا شکار ہیں۔ کسی ادارے کا تعلیمی معیار بلند ہے تو وظائف کم مدرسین کی خدمت بغیر توجہ دلائے ہی اس قدر ہونی چاہیے کہ وہ فکر معاش سے فارغ ہو کر دیوانہ وار تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مرتبہ عطا فرمایا کہ ارشاد ربانی ہے۔ "قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى"۔ "فرما دیجئے! کہ میں دین کی تعلیم اور تدریس پر تم سے کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا"۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی اس کی تفسیر میں کچھ یوں فرماتے ہیں۔

اس لیے معلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی لالچ یا معاوضے کے پیش نظر تعلیم نہ دے، اگر ایسا ہے تو اسے دوکانداری اور کاروبار تو کہہ سکتے ہیں تعلیم و تدریس کہنا مناسب نہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جز وقتی نہیں ہمہ وقتی تعلیم دی، لیکن اس پر فیس اور تنخواہ کا مطالبہ نہیں کیا، معاوضے کی طلب نہیں کی، صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے اور خلق خدا کی بہتری مقصود ہے، اگر کچھ طلب کیا تو یہ المودۃ فی القربیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اے قبائل قریش! تمہارے ساتھ ہماری قرابت ہے اس قرابت کا پاس کرو، اس سے محبت کرو اور ہم سے دور بھاگ کر جہنم کا ایندھن نہ بنو، بلکہ اسلام لا کر جنت کے مستحق بن جاؤ! یعنی پھر بھی اپنی ذاتی منفعت کا مطالبہ نہیں ہے، بلکہ اپیل ہے تو یہ کہ ہمارے پیغام کو اپنالو اور ہمارے مشن پر گامزن ہو جاؤ"۔ (مدرسین کے حقوق فرائض ماہنامہ اہلسنّت جنوری 2002 صفحہ نمبر 30)

اس سے معلوم ہوا کہ مدرسین کو ظاہر اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب پر یقین ہونا چاہیے اور اپنی تمام تر توانائیاں تعلیم و تدریس کیلئے وقف کر دینی چاہیے یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ عوام خود ہی ان کی ضروریات زندگی پر نگاہ رکھیں اور مدرسین کو اظہار کا موقع ہی نہ دیں۔ اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بیان کردہ نکتے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جو مدرس تدریس کو جس قدر مہارت اور محنت سے سرانجام دیتا ہو نتیجہ ظاہر ہوتے ہی اُس کے وظائف اور سہولیات میں مناسب اضافہ ہوتا رہے۔ حتیٰ کہ کسی محنتی مدرس نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ کسی ایک دارالعلوم کی تدریس میں گزار دیا ہو تو دوران ضعیفی اگر ممکن ہو تو اس تجربہ کار مدرس کو نئے آنے والے مدرسین کی تعلیم و تربیت کیلئے اعزازی طور پر اسی ادارے میں بیٹھا دیا

[pagebreak]

جائے یا گھر میں رہ کر ہی تصنیف و تالیف اور ترجمہ و حواشی کا کام کروایا جائے تا کہ آنے والے مدرسین اور طلباء کیلئے یہ کتابیں معاون ثابت ہو سکیں۔اس کیلئے ان عظیم شخصیات کو فارغ البال بنانا بے حد ضروری ہے۔

اس طرف محسن اہلسنّت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی اس طرح اشارہ فرماتے ہیں۔

''مدارس وہ کارخانے ہیں جہاں دین کے ہر شعبے میں کام کرنے والے افراد تیار کیے جاتے ہیں۔مدرس، مصنف، مناظر، مبلغ، خطیب، امام اور مفتی ان ہی اداروں میں تیار کیے جاتے ہیں اور اگر صحیح طور پر ایسے افراد تیار ہو جائیں تو معاشرے میں اسلامی انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ظاہر ہے کہ تعلیم کو بطور پیشہ یا ذریعہ معاش اختیار کرنے والے مدرسین فعال اور باصلاحیت علماء تیار نہیں کر سکتے ، یہ کارنامہ وہ لوگ انجام دے سکتے ہیں جو اس کام کو بطور مشن اور عبادت انجام دیں گے۔جو ہر روز باقاعدہ مطالعہ کر کے اپنے موضوع پر پورا عبور حاصل کریں گے اور طلبہ کے سامنے مکمل اعتماد اور ذمہ داری سے گفتگو کر سکیں گے۔حضرت ملک المدرسین استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بندیالوی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو علوم دینیہ پڑھاتے ہوئے تقریباً نصف صدی کا عرصہ گزر گیا مگر جب بھی وہ ہر کتاب کا مطالعہ کر کے پڑھاتے ان کا کہنا یہ تھا کہ جس مدرس کو خود شرح صدر حاصل نہ ہو وہ طالب علم کو علم کی روشنی کہاں عطا کرے گا؟ (ایضاً)

راقم الحروف کی رائے میں ایک ایسی کمیٹی اور تنظیم کا قیام از حد ضروری ہے جو مدرسین کے مسائل کا حل کرے خصوصاً اکابر علمائے اہلسنّت جنہیں تدریس کرتے کرتے زندگی کا ایک عرصہ گزر گیا اس کمیٹی کو ان عظیم شخصیات کی خوشی، غمی، بیماری اور پریشانی میں ہر ممکن تعاون کرنا چاہیے اس کمیٹی کو بدمذاہب کی شاطرانہ چالوں پر بھی مکمل نظر رکھنی چاہیے جو وہ مدرسین کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کیلئے اپناتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے وہ محسنین ہیں جن کا شکریہ ہم دُنیا کی تمام دولت دیکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔باپ سے بڑھ کر ہیں اگر ماں باپ رہائش اور ضروریات زندگی کی وجہ سے پریشان ہوتو ہماری راتوں کی نیندیں اُڑ جاتی ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے اکابر مدرسین پریشان ہوں تو ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

ع........روح میں سوز نہیں قلب میں احساس نہیں!

اگر پڑھانے والا امام اہلسنّت مجدد دین وملت علیہ الرحمہ ہوتو پڑھنے والا مفتی اعظم ہند نہ ہوتو اور کیا ہو؟ اگر پڑھانے والا حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت ہوتو پڑھنے والا محدث اعظم پاکستان نہ ہوتو اور کیا ہو؟ اگر پڑھانے والا مولانا سردار احمد ہوتو پڑھنے والا شارح تفہیم البخاری نہ ہوتو اور کیا ہو؟ اگر پڑھانے والا غلام رسول رضوی ہوتو پڑھنے والا مفتی اعظم پاکستان نہ ہوتو اور کیا ہو؟۔

حضور محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر آیا ہے تو عرض کرتا چلوں کہ جب حضور محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ طلباء کو حدیث مبارکہ پڑھاتے تو آپ کی مبارک آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی لڑی جاری ہو جاتی خصوصاً جب کسی حدیث میں کفارِ مکہ کے ظلم و ستم کا تذکرہ ہوتا تو بے اختیار رونا آجاتا اور کیفیت یہ ہوتی کہ ہچکیاں بندھ جاتی گویا تصور ہی تصور میں سارے منظر کو دیکھ رہے ہیں۔کئی کئی گھنٹے رونا بند نہ ہوتا گویا تمام احادیث مبارکہ کو خلوص دل کے ساتھ پڑھاتے آپ خود اندازہ لگا لیجئے جب پڑھانے والے کی یہ کیفیت ہوگی تو پڑھنے والے پر اس کے کس قدر اچھے اور سنجیدہ اثرات مرتب ہوں گے۔

ایڈیٹر

[pagebreak]

4۔ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔

تسہیل :۔ ذہین طلباء کا انٹرویو (امتحان) لیا جائے جس شعبے میں طالب علم دلچسپی رکھتا ہو معقول وظیفہ کیساتھ اُسی میں لگایا جائے۔

وضاحت: دس نکاتی تعلیمی پروگرام کے چوتھے نکتے میں امام اہلسنّت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے تعلیمی میدان میں درپیش تین مشکلات کو حل فرما دیا ہے۔

(۱) پڑھنے والے کا میلان دیکھا جائے تاکہ دلجمعی سے پڑھ سکے۔

(۲) پڑھانے والے کو آسانی ہو تاکہ خوب محنت کیساتھ پڑھا سکے۔

(۳) ہر شعبے میں تیار شدہ افراد میسر آسکیں تاکہ قحط الرجال سے نجات ملے۔

(۱) پڑھنے والے کا میلان : تعلیم میں متعلم کی دلچسپی نہایت ضروری ہے جب تک ایک طالب علم مکمل توجہ اور حاظر دماغی سے تعلیم حاصل نہیں کرے گا اُس وقت تک کماحقہ اس سے نہ تو خود مستفیض ہو سکتا ہے نہ دوسروں کو کچھ دے سکتا ہے۔ اس کیلئے طلباء کا قلبی رجحان دیکھنا بہت ضروری ہے۔ جو طالب علم جس فن اور شعبے کی طرف میلان رکھتا ہو۔ بہتر ہے کہ اُسے اس شعبے میں زیادہ مصروف کیا جائے اور احسن انداز میں اس کی رہنمائی کی جائے۔ مثلاً جو طالب علم صرف کو پسند کرتا ہے اُسے نحو پڑھنے کیساتھ ساتھ صرف میں اس قدر مہارت دی جائے کہ صرف پڑھنے والوں کیلئے مثال بن سکے۔ اس طرح جو طالب علم خطاطی، نحو، فلسفہ، منطق، لغت، فقہ، علم قرآن، علم حدیث وغیرہ جس میں دلچسپی رکھتا ہو اُسے اُس شعبے میں مزید تربیت دی جائے اسی طرح تحریر، تقریر، وعظ اور مناظرہ میں دلچسپی کو دیکھا جائے۔ تاکہ مستقبل میں تجربہ کار افراد تیار ہو کر ہر شعبے میں ملک وقوم کی بھاگ دوڑ سنبھال سکیں۔

(۲) پڑھانے والے کو آسانی : جب طلباء کے قلبی میلان کا مدرس کو علم ہو جائے تو اُس کیلئے تدریس آسان ہو جاتی ہے، کامیاب استاد کو سب سے پہلے طلباء کے دل میں علم دین کے حصول کی شان وعظمت کو بیٹھا دینا چاہیے تاکہ طالب علم دلجمعی سے تعلیم حاصل کرے۔ مؤثر تدریس کیلئے شفیق استاد کو طلباء کے ظاہری احوال کیساتھ ساتھ باطنی خیالات واحساسات سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔ تاکہ جو چیز طلباء کیلئے حصول علم دین میں رکاوٹ بن رہی ہے اُسے دور کیا جائے جب وہ رکاوٹ دور ہو جائے گی تو پڑھانے والے کو بھی آسانی میسر آئے گی۔ اکثر دیکھا گیا۔ کہ استاد ایک سبق کو کئی مرتبہ طلباء کو پڑھاتے ہیں لیکن یاد نہیں ہوتا کئی اسباق صرف ایک مرتبہ پڑھانے سے یاد ہو جاتے ہیں تحقیق کرنے پر پتہ ہے کہ طالب علم حاظر دماغی سے محروم ہے کسی پریشانی کا شکار ہے۔ تجربہ کار استاد فوراً ایسے احوال کو جان لیتے ہیں بلکہ صاحب بصیرت استاد کو طالب علم کے گھریلو معاملات تک کی خبر ہوتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کیلئے استاد الاساتذہ حضور محدث اعظم پاکستان

[pagebreak]

الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لائلپوری کے اندازِ تدریس کو پڑھیے راقم کو حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے لاڈلے اور چہیتے شاگرد جناب مناظر اہلسنّت سید حبیب الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ العالی نے اپنے زمانہ طالب علمی کا یہ ایمان افروز واقعہ سنایا۔

''والد محترم نے مجھے جامعہ رضویہ لائلپور میں داخل کروادیا اور سخت تاکید فرمائی جب تک تعلیم مکمل نہ ہوجائے گھر واپس نہ آئیں۔ کافی عرصہ گذر گیا لیکن میں رمضان شریف کی چھٹیوں میں بھی گھر نہ جاتا بلکہ اسباق دہراتا۔ ایک دن اچانک حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے کچھ طالب علموں سے پوچھا شاہ صاحب کہاں ہیں عرض کیا گیا حضور وہ اپنی مسجد میں ہوں گے میں اُن دنوں ایک مسجد میں جامعہ رضویہ کے پاس امامت کرتا تھا۔ فرمایا شاہ صاحب کو فوراً بلا کر لاؤ، لڑکے مجھے لینے کیلئے مسجد میں آئے کہ حضور شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تمہیں یاد کیا ہے۔ میں ڈر گیا کہ کہیں کوئی غلطی یا شکایت تو آپ کے پاس نہیں پہنچ گئی ڈرتا ہوا آپ کے قدموں میں حاظر ہوا مجھے دیکھتے ہی حضور شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فرمانے لگے لیجئے شاہ صاحب آ گئے۔

شاہ صاحب آپ کتنا عرصہ ہوگیا گھر نہیں گئے میں نے عرض کی پانچ سال فرمانے لگے۔ بندہ خدا آپ پانچ سال سے گھر نہیں گئے پھر آج ہی فوراً گھر جائیں۔ میں نے عرض کیا حضور والد محترم کا حکم ہے کہ تعلیم مکمل ہونے سے پہلے گھر نہ آؤں۔ فرمایا نہیں ہم تمہیں حکم دیتے ہیں گھر جائیں اور آج ہی گھر جائیں۔ خزانچی صاحب سے فرمانے لگے شاہ صاحب کو نئے کپڑے دیں اور شاہ صاحب جتنے چاہیں اُتنے دیں اور آج ہی گھر روانہ کردیں۔ بہت سارے کپڑوں اور تحائف کیساتھ ریل گاڑی کا ٹکٹ کروا کر مجھے کشمیر گھر جانے کیلئے روانہ کردیا۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ آخر ماجرا کیا ہے آج اچانک اتنا اہتمام اور حکم کیوں ہوا کافی عرصے کے بعد گھر جانے کے شوق میں چل پڑا جب کشمیر اپنے گاؤں کے قریب پہنچا تو رات کا وقت ہو چکا تھا۔ گاؤں میں اُن دنوں دور دور تک بجلی نہ تھی لیکن آگ روشن تھی سمجھ نہ پایا کہ گاؤں میں اتنے لوگ کیوں جمع ہیں جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دو دن قبل والد محترم انتقال فرما گئے ہیں۔ اُس وقت مجھے سمجھ آئی کہ حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے اپنے کشف سے میرے والد محترم کی وفات کو جان لیا اور بغیر کسی رابطے کے مجھے فوراً پیار و محبت دیکر گھر روانہ کردیا۔

والد محترم علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے مجھ پر خصوصی شفقت فرمائی اور تاعمر اپنے بیٹوں کی طرح پیار دیا''۔

(۳) قحط الرجال سے نجات: اس وقت ہمیں تقریباً ہر شعبے میں قحط الرجال کا سامنا ہے اس کی بڑی وجہ منصوبہ بندی کا نہ ہونا ہے اگر ہم صدقِ دل سے امام اہلسنّت علیہ الرحمہ کے عطا فرما اس نکتے پر عمل پیرا ہو جائیں تو یقیناً قحط الرجال سے نجات مل سکتی ہے اور ہر شعبے میں کام کرنے والے محنتی افراد میسر آسکتے ہیں اس طرح ایک صحت مند اور علمی ماحول پرورش پاسکتا ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ دس نکاتی پروگرام کو بغور سمجھا جائے اور پھر اسے بتدریج عمل میں لیا جائے۔ تاکہ مستقبل کے چیلنجز کا مقابلہ اور مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔ اس پروگرام کا آپس میں اسقدر ربط ہو کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اُسی شعبے میں بطور مدرس جگہ دی جائے۔ تاکہ وہ اپنے شعبے میں کامل مہارت حاصل کرلے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایڈیٹر

[pagebreak]
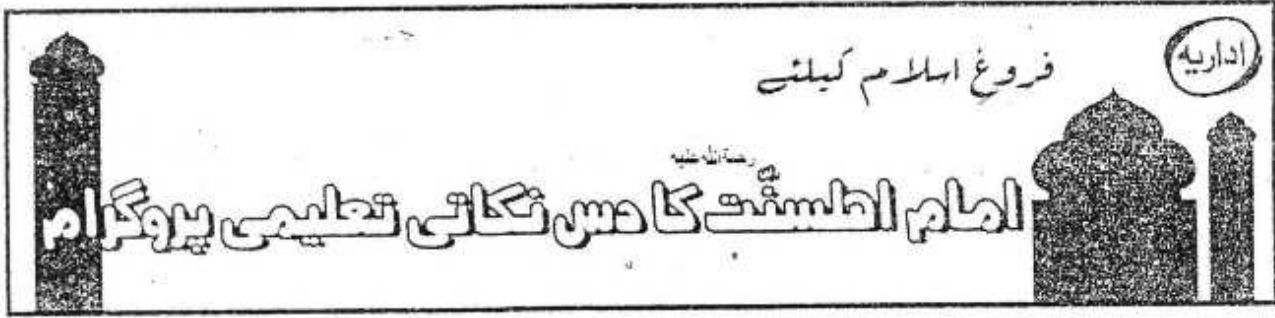
5۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں (وظائف) دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں

تسھیل: پانچویں نکتے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے تبلیغ اسلام کے چار اہم شعبوں کی تنظیم سازی فرمائی ہے۔

وضاحت۔ ان چاروں شعبوں کے بغیر اشاعت دین مذہب ناممکن ہے۔ جس شہر یا علاقے میں جس شعبے کی ضرورت ہو اُسی کو وہاں پر بھیجا جائے مثال کے طور پر ایک علاقے میں بدمذاہب کا زور ہے تو وہاں پر مقرر کو بھیجا جائے اگر بدمذاہب کا فتنہ پھر بھی کم نہ ہو تو پھر مناظر کو روانہ کیا جائے یہ اسی صورت میں ہوگا جب یہ تمام افراد ایک مرکز کے ساتھ وابستہ ہوں گے اور اُن کے اوپر اکابرین کی ایک کمیٹی نگران ہوگی اور عوام اہلسنّت کا اُن کے ساتھ ہر مسئلے اور پریشانی میں رجوع ہوگا۔ اور اُن کے باہم فیصلے کی تابعداری ہو ورنہ صورت دیگر ایک ہی علاقے میں ایک شعبے کے کئی افراد پہنچ جائیں گے اور کئی علاقے ان کی خدمات سے محروم رہ جائیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ہی علاقے میں جمع افراد کی صلاحتیں ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

دس نکاتی تعلیمی پروگرام کے پانچویں نکتے کا چوتھے سے بہت زیادہ ربط و تعلق نظر آرہا ہے۔ گویا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرما رہے ہیں کہ دوران تعلیم ہی طلبہ کے مختلف شعبے قائم کردیئے جائیں۔ اُن کی مکمل نگرانی کی جائے انھیں اپنے شعبے میں کامل مہارت عملاً دی جائے کہ تخصص کا درجہ حاصل کریں۔ ان تیار شدہ علماء کرام کو وظائف دے کر تبلیغ اسلام کیلئے ملک میں پھیلایا جائے۔ تاکہ عوام کی درست سمت رہنمائی ہو۔

1۔تحریر 2۔تقریر 3۔وعظ 4۔مناظرہ

1۔**تحریر**: اچھی تحریر قلب و روح کو متاثر کرتی ہے اچھا تحریر کرنا کس قدر مشکل فن ہے تحریر میں شائستگی پیدا کرنا کس قدر مشق طلب ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی موضوع پر کئی کئی مصنفین وقت صرف کرتے ہیں۔ جبکہ اس کیلئے ایک ہی تصنیف کافی تھی۔ ایک شخص نے نقابت کے موضوع پر کتاب لکھ ڈالی دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ کتابیں مارکیٹ میں نظر آنے لگیں جس میں شاعری اور چند رٹے رٹائے جملوں کے سوا کچھ اور نہ تھا انھیں دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وقت و مال دونوں کا ضیاع ہوا۔ ایک عالم دین نے کم و بیش دس سال کے طویل عرصے میں ایک کتاب کا ترجمہ مکمل کیا دوسرے ناشر نے اُسی سال اُس کا ترجمہ کروا کر شائع کردیا آپ خود سوچیں اُس ترجمے میں کتنی محنت ہوئی ہوگی۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تصنیف پر سب کو نہیں ٹوٹ پڑنا چاہیے۔ ہمارے بزرگوں نے ہمارے لیے عربی، فارسی اور اُردو میں اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ ہم سب مل کر بھی انھیں نہیں شائع کرسکتے بہتر یہ ہے کہ تصنیف و تحریر کے شعبوں کو بھی آپس میں مصنفین تقسیم کرلیں۔

1۔تصنیف و تالیف 2۔ترجمہ و تحشیہ 3۔تخریج و تصحیح 4۔تقدیم و تفتیش 5۔تسہیل و توضیح

[pagebreak]

2. تقریر: تحریر کی نسبت تقریر کی طرف عوام جلد راغب ہو جاتے ہیں اچھا مقرر اپنے علم اور حکمت عملی سے بہت سارے عوام کو صراط مستقیم پر گامزن کر سکتا ہے۔ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب مقررین آپس میں مل کر موضوعات طے کریں اور پھر دوران تقریر اپنے موضوع کے دائرے سے باہر نہ جائیں۔ تو سامعین پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ مثال کے طور پر اگر خطبہ جمعۃ المبارک میں تمام مقررین پورے ملک میں ایک ہی وقت میں اس حدیث مبارکہ پر کہ ''نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' پر تقریر فرمائیں۔ تو یقیناً لاکھوں کی تعداد میں نمازیوں میں اضافہ ہوگا۔ اور محافل میلاد و نعت میں ''سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ'' پر بیان فرمائیں تو بے شمار مسلمانوں کے اخلاق درست ہوں گے۔

3. وعظ: حقیقت میں وعظ کرنا قدرے مشکل ہے کیونکہ جو کچھ دوسروں کو عمل کی ترغیب و تلقین میں کہا جائے پہلے اُس پر اپنا عمل ہونا ضروری ہے۔ دیکھنے میں یہی آرہا ہے کہ ہماری محافل رسمی کارگزاری بن کر رہ گئی ہیں۔ نعت خواں جُہلا کا کلام پڑھ رہے ہیں مگر انہیں نصیحت کرنے والا کوئی نہیں۔ کلمات کفریہ علی الاعلان جھوم جھوم کر پڑھے جا رہے ہیں پڑھنے اور سننے والا دونوں بے خبر۔

راقم ایک محفل میں حاضر ہوا وہاں پر ایک نعت خواں پنجابی نعت کے اشعار میں پڑھ رہا تھا۔

رب نے فارغ ہو کے سوہنیاں تیرے نقش بنائے نیں۔ معاذ اللہ ایسے اشعار پر جب نوٹوں کی بارش ہو رہی تھی۔ منتظم محفل کی توجہ دلانے کی کوشش کی لیکن اُس نے نعت خوانی بدستور جاری رکھی۔ وہاں سے نکلے تو دوسری گلی میں بھی عظیم الشان محفل میلاد منعقد تھی جس پر مقرر صاحب سنتوں پر عمل کرنے کا جذبہ بڑھانے کی بجائے گھٹانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ معاذ اللہ پروفیسر صاحب جوش بیانی میں فرما رہے تھے۔ ''سنتوں کا درس دینے والوں یہ سنتیں کیا ہیں اصل چیز تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے''۔ بات تو درست ہے لیکن سنتوں پر بھی صدق دل سے وہی عمل کرے گا جس کے دل میں پیارے مدینے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوگی۔ یعنی حکمت عملی مفقود ہے۔

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

آپ کو حیرت ہوگی کہ اس محفل کے بالکل سامنے پچاس قدم کے فاصلے پر تیسری محفل میلاد ہو رہی تھی۔ جس میں علامہ صاحب بیان فرما رہے تھے جو کام صحابہ نے نہ کیا ہم کیوں کرتے ہیں''۔ مسلمانوں کا جذبہ تو سبحان اللہ مگر تینوں محافل کی آواز آپس میں ٹکرا رہی تھی بہتر تھا کہ ایک دن میں ایک محفل ہوتی اور باعمل واعظ سے بیان یکسوئی سے سنا جاتا، کس کس کی لیں خبر اپنی ہی نہیں جب خبر۔

4. مناظرہ: مناظرہ تمام فنون سے مشکل فن ہے کیونکہ اس میں ایک مناظر نے اپنے علم، عمل، تقویٰ، تجربہ اور دلائل کی روشنی میں فریق مخالف کو حقانیت اسلام کی طرف رجوع کروانا ہوتا ہے۔ ہاں پر جوش کے ساتھ ساتھ ہوش سے کام لیا جاتا ہے۔ اور نیت صرف اور صرف اشاعت دین و مذہب کی رکھنی چاہیے۔ مناظر کی زبان نرم اور دلیل گرم اور گالی گلوچ سے پرہیز اور انداز دل آویز ہونا چاہیے۔ مناظر کی حکمت عملی سے پورا خاندان قبیلہ اور قوم اسلام اور عقائد حقہ کی طرف مائل ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔

ایڈیٹر

[pagebreak]
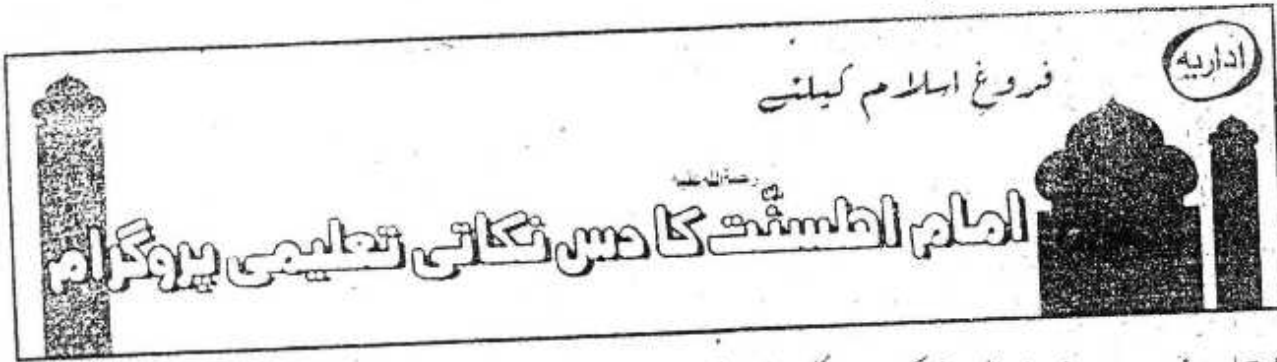
6۔حمایت مذہب ورد بد مذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

تسھیل: اچھا لکھنے والوں سے عقائد اہلسنّت کے حق میں اور گمراہ فرقوں کے رد میں اچھے وظائف دے کر لکھوایا جائے۔

وضاحت: حمایت مذہب سے مراد عقائد وشریعت ہے جس سے انحراف کر کے بعض لوگ گمراہ ہوئے اور وہ اسلاف سے چلے آتے عقائد واعمال (اہلسنت و جماعت) سے کٹ گئے انھوں نے بزرگان دین سے چلے آتے عقائد واعمال میں اختلاف شروع کر دیا۔تو ضرورت پیش آئی کہ عوام کو حقیقی مذہب اہلسنت سے باخبر رکھا جائے اور بد مذاہب سے بچایا جائے مذہب کا اطلاق راستہ،طریقہ،عقائد اور شریعت پر ہوتا ہے۔اس لیے امام اہلسنّت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن اس نکتے میں مصنفین کی دلجوئی اور وضاحت فرما رہے ہیں کہ عوام کو باخبر رکھنے کیلئے مصنفوں سے مفید کتب ورسائل تصنیف کرائے جائیں۔

مفید کتب ورسائل اور مصنفین:

ہمارے یہاں اچھا لکھنے والے بہت کم ہیں اور جو ہیں ہم اُن کی قدر نہیں کرتے اگر وہ لکھیں تو ہم اُن کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے اگر پریشان ہوں تو اُن کا حال تک نہیں پوچھتے اگر نہ لکھیں تو سال ہا سال اُن سے ملنا گوارہ نہیں کرتے۔اور پہلے سے لکھے ہوئے کام کی ہمیں کوئی فکر نہیں۔اُن کی کتب اور مسودے چاہے ضائع ہوں ہمیں کوئی پریشانی نہیں۔امام اہلسنّت علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کیلئے تقریباً تمام علوم میں کتب ورسائل لکھیں لیکن کیا ہم نے اُن کی قدر کی اُن کو خوبصورت انداز میں شائع کیا؟

اس طرف ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی توجہ دلاتے ہیں۔

"امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی تصانیف کے تعلق سے یہ وہ شواہد وبیانات ہیں،جن کی روشنی میں ہر صاحب نظر اپنے اپنے مطمع نظر سے نتیجہ اخذ کر سکتا ہے۔مگر عقل وانصاف کی پکار یہ ہے کہ قصر العلم اسپین کو فرنگیوں نے کچھ تو لوٹا اور کچھ جلا کر راکھ کا ڈھیر کر ڈالا منارۃ العلم والمعارف بغداد کو تاتاریوں نے تہہ وبالا کیا اور دجلہ وفرات کی روانیوں کو منوں ٹنوں اوراق کتب کی سیاہیوں سے سیاہ کر دیا جبکہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو خود ان کے اہل تعلق نے اپنے ہاتھوں زیر زمین ایسا دبا دیا کہ کیا مجال ہمالہ بھی ایسا دبا سکے اور یہ علوم ومعارف پر ایسا ظلم ہوا جو زہر کی تیزی سے بھی زیادہ مؤثر ثابت ہوا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہندوستان یا عالم اسلام کوئی دوسرا امام احمد رضا پیدا کرے گا؟" (حیات رضا کی نئی جہتیں صفحہ نمبر 69)

حضرت مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری لکھتے ہیں۔

"لیکن وائے ہماری بے حسی! علامہ اقبال کا دل اکابر کے جواہر پاروں،علمی شہکاروں کو یورپ کی لائبریریوں میں دیکھ کر سی پارہ ہونے لگتا تھا لیکن دنیائے اسلام کے اس مایہ ناز محقق کے کتنے ہی علمی جواہر وذخائر بریلی شریف میں کیڑوں کی خوراک بن رہے ہیں کیا یہ تاریخی المیہ،علم دوست حضرات کو خون کے آنسو رُلاتا ہوگا؟۔کیا یہ موجودہ مصنفین اپنی تحقیقات کے ذریعے ہمیں اس محقق یگانہ کی تحقیقات سے بے نیاز کر سکتے ہیں۔اس سلسلے میں علماء اہلسنّت کا جواب کچھ بھی ہو، لیکن اس ناچیز کا سوال علامہ اقبال مرحوم کے لفظوں میں کچھ اس طرح ہے۔

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون　　　اُٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون　　　(سیرت امام احمد رضا صفحہ نمبر 9)

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں۔

''مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ اہلسنّت وجماعت نے تصنیف واشاعت کے بارے میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے کسی فرقے نے نہیں لیا اس غفلت شعار قوم سے آج تک نہ تو امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہوسکا اور نہ ہی وہ گراں قدر ذخیرہ کتب پوری طرح محفوظ ہوسکا۔اس لیے کوئی محقق کتنی ہی کیوں نہ محنت کرے، جامع فہرست تیار نہیں کرسکتا''۔(حیات رضا کی نئی جہتیں صفحہ نمبر 71)

تصانیف کیلئے وظائف کی ضرورت:

موجودہ دور نفسی نفسی اور مہنگائی کا دور ہے اس دور میں ننانوے فیصد کام پروفیشنلز ہورہے ہیں بغیر مالی امداد کے کسی بھی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ناممکن ہے ہر شخص کے اخراجات اور ضروریات زندگی اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ ان کے بغیر جینا مشکل عزت نفس کو بچانا اور اطمینان قلب حاصل کرنا دشوار ہے کاشمیرے جگر سے غم روزگار کا اسی لیے فرمایا گیا۔اگرچہ اخلاص کی برکت سے بھی اسباب مہیا ہوجاتے ہیں لیکن فی زمانہ ہر ایک کو وہ اخلاص بھی حاصل نہیں جس کا دلاسہ دیا جائے۔ہمارے ایک دوست امریکہ سے تشریف لائے ہم نے اُن کی توجہ اپنے ایک بزرگ جو تاریخی کتب شائع کرتے ہیں کی بے سروسامانی کی طرف دلائی تو انھوں جواباً فرمایا بھائی اگر اخلاص ہوگا تو سارے مسائل خود بخود حل ہوجائیں کوئی پریشانی کی بات نہیں یعنی نہ اخلاص ہوگا نہ اسباب مہیا کریں گے۔ہم نے انھیں ایئر پورٹ پر چھوڑا انھوں نے امریکہ کا رستہ لیا۔

اخلاص ایسی چیز نہیں جسے فوراً ناپا اور تولہ جاسکے کس کی تحریر میں کتنا اخلاص ہے اس کا اثر تو چھپنے کے بعد ہی ظاہر ہوگا۔لیکن ہمارے پاس مصنفین سے جان چھڑانے کا اچھا راستہ ہے۔میرے نزدیک مالی وسائل کسی بھی دینی کام کی انجام دہی کیلئے آکسیجن کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اگر کسی قابل مصنف کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق معقول معاوضہ دیا جائے تو اس کی صلاحیتیں مزید بڑھ جاتیں ہیں لیکن ہمارے ہاں مصنفین سے ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔جس کی بدولت مزید لکھنے کا شوق سرد پڑ جاتا ہے۔امام اہلسنّت علیہ الرحمہ کے اس قول کہ ''مصنفوں کو نذرانے دیئے جائیں'' سے پتہ چلتا ہے مصنفین کو نذرانہ اُن کی محنت کے مطابق دیا جائے یعنی جس قدر صلاحیت ہو اُسی قدر اُس سے کام لیا جائے حمایت مذہب میں خوب سے خوب تر لکھنے والے کی خوب سرپرستی کی جائے ردّ بد مذاہب میں لکھنے والے کو تمام کتب وضروریات بہم پہنچائی جائیں۔تاکہ تمام کام کو جلد پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ظاہری بات ہے یہ سارا کام ایک انجمن، تنظیم اور جماعت کا ہے جس کے پاس افراد کے ساتھ ساتھ مالی وسائل بھی موجود ہوں کیا ہمارے پاس یہ اس وقت موجود ہے؟ کیا ہم یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں۔جواب نفی میں آئے گا اس لیے کہ ہم کسی ایسی انجمن اور تنظیم سے محروم ہیں جو یہ کام کرسکے۔تو پھر سوچنے کی بات ہے کہ یہ دس نکاتی تعلیمی منصوبہ کس کیلئے لکھا گیا۔اپنوں کیلئے یا غیروں کیلئے جب اپنے اس منصوبے پر عمل نہیں کریں گے تو غیروں کو ہم کیسے روک سکتے ہیں۔اور غیر اس پر عمل پیرا نظر آرہے ہیں جن کیلئے لکھا گیا تھا اُن کو اس کی خبر نہیں۔اس کا گلہ کسی ایک سے تو نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے بہت سے عوامل ہیں۔اگر آج بھی ہم اس منصوبے پر عمل پیرا ہوجائیں۔تو غنیمت ہے۔اس کیلئے غریب عوام اہلسنّت تو سوائے مشوروں کے کچھ نہیں کرسکتی۔اس کے لیے امراء اور صاحب ثروت حضرات اہلسنّت آگے آئیں۔اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا دم بھرنے والے اس عظیم منصوبے کو عملی جامہ پہنائیں۔

الحمدللہ انجمن ناشران کتب اہلسنّت پاکستان کی بنیاد اسی نیک مقصد کیلئے رکھی گئی ہے۔علمائے اہلسنّت کی کتب کی اشاعت کے اس منصوبے میں ہمارے ساتھ شامل ہوجائیں۔اس کے ممبر بنیں رکنیت اختیار کریں۔کئی عشروں سے طاری اس جمود کو توڑیں۔ہمارے کئی بزرگوں کی کتب ضائع ہورہی ہیں کئی نئے قلمکار ہمارے آنے کے منتظر ہیں۔کئی مصنف حمایت مذہب میں کتب ورسائل لکھنے کیلئے بے تاب ہیں لیکن ہمارا رابطہ نہیں۔کئی لکھ چکے ہیں کوئی چھاپنے وا

[pagebreak]

نہیں۔ خدارا ہوش کیجئے ہندوستان پاکستان میں بے شمار باصلاحیت شخصیات منتظر رابطہ ہیں۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کے نئے قلمی شہکار ''کنزالایمان میں محاروں کی بہار اور فروغ صحافت میں علمائے اہلسنت کا کردار '' پڑھ کر بے ساختہ تحریروں پر سبحان اللہ نکلا۔ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب کے'' کلیات مکاتیب رضا'' اور'' حیات رضا کی نئی جہتیں'' دیکھ کر دل باغ باغ ہے۔ پاکستان میں جسٹس منیر احمد مغل صاحب کے علمی شہہ پاروں کو دیکھ کر آنکھیں نم ہیں اُن کے جذبہ صادقہ کو سلام ہے۔ خواجہ رضی حیدر صاحب کے قلم کی پرواز سے ہم بے خبر ہیں لیکن کیا صرف انہیں الفاظ کی پٹاری سے ان کی ضروریات پوری ہو جائیں گی؟ کیا ایسے عظیم محققین کو مزید کام کرنے کیلئے ہمارے تعاون کی ضرورت نہیں؟ کیا کوئی ان کا بھی پرسان حال بنے گا۔ کوئی ان کے بھی غم کا مداوا کرے گا جب خود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اچھا لکھنے والوں کے ساتھ تعاون فرماتے تھے تو ہم کیوں نہیں ایسا کر سکتے۔

''الفقیہ امرتسر'' اخبار کا اجراء ہوا اخبار کے مدیر نے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اعانت و ترقی کیلئے اپنی نگاہ عنایت کو منعطف کرنے کی درخواست کی۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے اہل خانہ میں سے بارہ افراد کو اس کا سالانہ ممبر بنا دیا اور تین روپے سالانہ فی کس کے حساب سے ۳۶ روپے ارسال کر دیئے''۔ [ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور مئی 2006]

لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ماننے والے کسی اچھے لکھنے والے سنی مصنف سے یہ تعاون کرنے کیلئے نہ تیار تھے نہ اب ہیں۔ کتاب بھی مفت اور مشورہ بھی مفت بے شمار تاریخی کتابوں کا ترجمہ کرنے والے حضرت علامہ غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ مختصر واقعہ استاد محترم نے ایک بار سنایا۔ جب مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا۔ اُس وقت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ اور مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ بھی قریب موجود تھے فرمانے لگے بعض اوقات حد سے زیادہ غربت بھی کفر میں مبتلا کر دیتی ہے تم دونوں گواہ رہنا کہ میں ایسی حالت میں بھی ایمان کے ساتھ دنیا سے جا رہا ہوں''۔ بے شمار کتب لکھنے اور ترجمہ کرنے والے عظیم مجاہد کے ساتھ ہمارا سلوک کس قدر بے دردمندانہ تھا''

بلکل اسی طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ بھی مولانا محرم علی چشتی لاہوری کے استفسارات کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے جو کچھ کرتے ہیں۔ فارغ البال نہیں، جو فارغ البال ہیں، وہ اہل نہیں بعض نے خون جگر لا کر تصانیف کیں، تو چھپیں کہاں سے؟ کسی طرح کچھ چھپا، تو اشاعت کیوں کر ہو، دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز پر ایک روپیہ دیکر شوق سے خریدیں، یہاں سر پیٹنا ہے، روپیہ وافر ہو، تو یہ سب شکایات رفع ہوں''۔ (حیات رضا کی نئی جہتیں صفحہ نمبر 72)

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری کے نام خط میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔'' حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا یں۔ سنیوں کی عام حالت یہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے افلاس کا مرض ہے''۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۷۳)

حضرت مفتی غلام یٰسین صاحب ڈیرہ غازی خان پاکستان کے نام مکتوب میں یہ سطریں درج ہیں۔'' سنیوں میں عوام کی توجہ لہو ولعب و ہزل کی رف۔ اور بد مذہب رافضی یا وہابی یا قادیانی یا نصاریٰ سب اپنے اپنے مذہب کی نصرت و حمایت و اشاعت میں کمربستہ ہیں، مال سے اعمال سے سنیوں کو کون پوچھتا ہے۔ وقت ہی شیوع ضلالت کا ہے''۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۷۳)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ان مکاتیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روپے کی کمی سے بے شمار کتابیں ضائع ہو گئیں اور کوئی رقم یا امداد انگریز گورنمنٹ کی طرف سے نہ ملتی تھی جبکہ اس کے برعکس غیروں کو انگریز نے ماہانہ ۷۰۰ روپے تک تنخواہیں دی۔ ذاتی و خارجی یہ وہ آوازیں ہیں جو تازیانہ سے کم نہیں پھر بھی اگر ہم بیدار نہ ہوں اور وہ من کر من ہی رہیں ٹس سے مس نہ ہوں تو بقول شرف قادری صاحب اس غفلت شعار قوم پہ خدا رحم فرمائے۔

ایڈیٹر

[pagebreak]

۷۔ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔

تسہیل۔ ساتویں نکتے کا تعلق چھٹے سے ہے، چھٹے نکتے میں مفید کتب و رسائل تصنیف کروانے کا ذکر ہے جبکہ ساتویں میں انھیں تصنیف شدہ رسائل کو خوبصورت انداز میں شائع کر کے ملک میں مفت تقسیم کرنے کا حکم ہے جس سے قارئین استفادہ کر سکیں۔

وضاحت۔ اس نکتے میں تین باتوں کی وضاحت ہے۔

۱۔ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل۔

۲۔ عمدہ اور خوش خط چھپائی۔

۳۔ رسائل کو ملک میں مفت تقسیم کیا جائے۔

۱۔ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل: تصنیف شدہ کتب و رسائل کے بارے میں پچھلے اداریے میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے لیکن یہاں پر بھی کچھ باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ تصنیف شدہ رسائل کی فوراً فوٹو کاپی کروائی جائے تا کہ مسودہ گم ہونے کی صورت میں تصنیف ضائع نہ ہو ماضی قریب میں کئی ایسی تصنیفات اور مضامین ضائع ہو چکے ہیں صرف اس وجہ سے کہ رسائل کی کوئی دوسری کاپی کسی دوسری جگہ بھی محفوظ نہ تھی۔ اگر کسی خستہ حال کتاب رسائل کی اگر کاپی تیار کر لی جائے اگرچہ قلمی ہی کیوں نہ ہو تو اُس کی عمر کئی سال مزید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ دیمک لگنے سے اور جل جانے سے اکثر کتابیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی کئی قیمتی کتب و تحقیقی رسائل ضائع ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ ہم اس عظیم ہستی کے کئی علمی نگارشات کو دیکھنے سے محروم ہو چکے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اس جملے سے مراد تصنیف شدہ اور نو تصنیف شدہ رسائل کا تحفظ ہے، موجودہ دور میں یہ کام بہت آسان ہو چکا ہے جو ہماری ذمہ داری ہے۔

۲۔ عمدہ اور خوش خط چھپائی: صوری و معنوی حسن کتاب پڑھنے والے کو متاثر کرتا ہے۔ اسی لئے امام اہلسنت علیہ الرحمہ کتب و رسائل کو عمدہ اور خوشخط چھپائی کیلئے تاکید فرما رہے ہیں اگر تصنیف خوب علمی اور تحقیقی ہو لیکن کتابت درست نہ ہو تو پڑھنے والا اُس کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے۔ طباعت کے دوران اگر پروف ریڈنگ اور پرنٹنگ کا معیار گرا دیا جائے تو مصنف کے مافی الضمیر سے قارئین مستفیض نہیں ہو سکتے۔ آج اکثر ناشرین اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فرمان ''عمدہ اور خوش خط چھپائی'' کو بھلا چکے ہیں۔ جس سے کتب اور قارئین کا معیار دن بدن گرتا چلا جا رہا ہے۔ کمپوٹر کمپوزنگ نے جہاں کتابت میدان میں آسانی پیدا کر دی وہاں ایک مشکل یہ بھی آن پڑی ہے کہ ناشرین قلمی کتابت کی نسبت کمپوٹر کمپوزنگ کی طرف توجہ کم دیتے ہیں۔ جیسے بھی ہو کتاب جلد چھپ کر سیل ہو جانی چاہیے۔ اس طرف مفتی عبدالمبین نعمانی صاحب خوب توجہ دلاتے ہیں۔ ''کتابوں کی اشاعت سے متعلق آج کل بہت غفلت جاری ہے۔ اولاً تو کتابت وغیرہ کی تصحیحات پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی کہ اس میں محنت بھی زیادہ ہے اور جاں کا بظاہر کوئی فائدہ بھی نہیں، ناشر حضرات

[pagebreak]

بالعموم کچھ خرچ کرنا نہیں چاہتے اور مفت میں اہل علم کا ملنا مشکل؟ جس کی وجہ سے کتابیں جیسے تیسے چھپ کر مارکیٹ میں سیل ہو رہی ہیں"۔ (سہ ماہی افکار رضا ممبئی اکتوبر تا دسمبر 2005 صفحہ نمبر 80)

کتب ورسائل کی عمدہ اور خوش خط چھپائی کیلئے ایک انجمن یا بورڈ کی ضرورت ہے جو یہ سب کام بحسن وخوبی سرانجام دے سکتا ہے۔

۱۔ کتب ورسائل کے موضوعات کا تعین ۲۔ مسودے یا کسی تاریخی کتاب کے نسخے کا بغور مطالعہ ۳۔ کمپیوٹر کمپوزنگ یا کتابت (کمپوزر متعلقہ زبان وفن سے متعارف ہو تا کہ آسانی ہو) ۴۔ پروف ریڈنگ کم از کم دو یا تین مرتبہ مختلف اہل علم سے کروائی جائے ۵۔ پروف کی اغلاط خود کمپوزر کے پاس بیٹھ کے لگوائی جائیں ۶۔ کمپوزر یا کاتب اکثر اوقات اغلاط کو سمجھ نہیں پاتے تو وہ چھوڑ دیتے ہیں ۷۔ کمپیوٹر میں اگر ایک ہی کتاب کی دو فائلیں بنی ہو تو علیحدہ علیحدہ نام رکھیں ۸۔ اغلاط کی درستی کے بعد فائنل فائل کو ممتاز کر دیں تا کہ غلط فہمی نہ ہو ۹۔ فائنل پروف نکالنے سے پہلے پرنٹر کی کارٹیج کو دیکھیں تا کہ پروف بلکانہ نکلے ۱۰۔ عربی، فارسی اور انگریزی عبارات کا فونٹ متعلقہ زبانوں میں کردیں تا کہ عبارت خوبصورت لگے ۱۱۔ فائنل پروف نکلنے کے بعد ایک نظر دیکھ لیں اور اطمینان کر لیں ۱۲۔ اغلاط نظر آنے کی صورت میں کوئی لفظ قلم سے درست نہ کریں بلکہ صفحہ دوبارہ نکالیں ۱۳۔ فائنل پروف نکالنے کے بعد ڈیٹا فائل سی ڈی پر محفوظ کر لیں تا کہ آئندہ استعمال میں کام آئے ۱۴۔ پیسٹنگ کے بعد ایک نظر تمام صفحات کو دیکھ لیں اور ترتیب کا اطمینان کر لیں ۱۵۔ کوشش کی جائے پلیٹیں نئی ہوں پرانی پلیٹیں خوب احتیاط سے لگوائی جائیں ۱۶۔ کاغذ اور سیاہی عمدہ استعمال کی جائے ۱۷۔ فور کلر ٹائٹل کی خوبصورت کتابت کروائی جائے ۱۸۔ لیمینیشن ضرور کروایا جائے تا کہ خوبصورتی میں اضافہ ہو ۱۹۔ فرموں کی سلائی کے بعد کاغذ کٹنگ مناسب کی جائے تا کہ جلد چھوٹی معلوم نہ ہو ۲۰۔ کتاب تیار ہونے کے بعد اُسے ایک سیریل نمبر دیا جائے اور دوسری کتاب پر کام شروع کر دیا جائے۔

۳۔ رسائل کو ملک میں مفت تقسیم کیا جائے: عمدہ اور خوش خط چھپائی کے بعد سب سے اہم کام اُس کتاب کی قارئین تک رسائی ہے۔ اور بعض قارئین ہر کتاب کو خریدنے کی ہمت نہیں رکھتے جس کی وجہ سے مطالعہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ "ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں"۔ کتب ورسائل کی ملک میں مفت تقسیم کسی مجلس یا انجمن کے تحت عمل میں لائی جاسکتی ہے جس کے ساتھ کئی صاحب ثروت حضرات کا مالی اور عملی تعاون ہو۔ اسی کام کو سرانجام دینے کیلئے حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے 1968ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور" کی بنیاد رکھی اور کئی لاکھ کتب ورسائل کو عمدہ اور خوش خط چھاپ کر اندرون وبیرون ملک مفت تقسیم کیا۔ مرکزی مجلس رضا لاہور کے بانی حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گرد کئی علماء، سکالرز اور ادیب حضرات کو اس کام کی انجام دہی کے لیے جمع کر لیا اور دوسری طرف مجلس کے ساتھ ایسے مخلص دوست شامل ہوئے جنہوں نے ہر طرح سے مجلس کے ساتھ تعاون کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرکزی مجلس رضا لاہور کا پیغام نا صرف پاکستان بلکہ دُنیا کے کئی دوسرے ممالک میں پہنچ گیا۔ اور آج جتنے بھی ادارے اور انجمنیں فروغ رضویات کے لیے کام کر رہی ہیں اُن سب کی رہنمائی مرکزی مجلس رضا لاہور نے کی۔ آج بھی ایک اور مجلس رضا کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ جس کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے رسائل کو اچھے انداز میں شائع کر کے اہل علم حضرات تک جو ابھی تک فکر رضا سے بے خبر ہیں تک پہنچایا جائے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمبین نعمانی صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں "اہل علم، اکابر اہل سنت اور خود خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے لیے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ کاش اس کی روک تھام کے لیے کچھ ہو اور اس کے لیے کوئی ذمہ دار ادارہ تشکیل دیا جائے، جو اس اہم کام کی ذمہ داری نبھائے۔ شرعی بورڈ کے نام سے کئی مجلسیں قائم ہیں کاش کوئی مجلس اس ذمہ داری کو بھی سنبھالتی تو آئندہ پیش آنے والی مشکلات کا حل پیشگی تلاش کر لیا جاتا ورنہ کل جواب دینا ذرا مشکل ہوگا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے کام پر کانفرنسوں، جلسوں، جشنوں اور سیمیناروں پر آج لاکھوں لاکھ روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ ذرا توجہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی علمی وتحقیقی نگارشات کے سنوارنے سجانے اور ان کو واقعے کے مطابق منظر عام پر لانے کی طرف بھی دے دی جاتی تو بڑا کام ہوتا۔

ایڈیٹر

[pagebreak]

8۔شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔آپ سرکوبی اعداء کیسے اپنی فوجیں میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

تسھیل:۔ ہر شہر میں آپ کا ایک نمائندہ ہو جہاں جیسا فتنہ کھڑا ہو وہ نمائندہ آپ کو فوراً اطلاع دے آپ اس فتنے کو مٹانے کیلئے اپنے وسائل بروئے کار لائیں۔

وضاحت۔اس نکتے میں بھی تین باتوں کا ذکر ہے۔

ا۔ ہر شہر میں ایک سفیر (نمائندہ)۔

۲۔نمائندہ کا مرکز سے ہر وقت رابطہ۔

۳۔سرکوبی اعداء کیلئے وسائل کا استعمال۔

ا۔ ہر شہر میں ایک سفیر (نمائندہ): کام کو منظم طریقے سے سرانجام دینے کیلئے ہر شہر اور قصبے میں ایک سفیر نگران یا نمائندہ کا ہونا بے حد ضروری ہے اسلام کا پیغام دوسرے ممالک تک پہنچانے کیلئے شارع اسلام حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اپنا سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مبارک دور خلافت میں کئی سفیر مقرر کیے گئے جو ہر معاملہ میں مرکز اسلام میں تشریف فرما حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رابطہ فرماتے تھے۔بلکل اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امام اہلسنّت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن مسلمانوں کو تلقین فرما رہے ہیں کہ ہر علاقے میں اپنا ایک سفیر مقرر کراوں۔

سفیر یا نمائندہ جس شہر یا علاقے میں مقرر ہو گا وہاں کا نگران ہوگا۔وہاں کا محافظ ہوگا اسی نیک مقصد کے لیے امام اہلسنّت علیہ الرحمہ نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کو مختلف شہروں اور ملکوں میں روانہ فرمایا۔بریلی شریف سے اٹھنے والی تحریک ''تحفظ ناموس رسالت'' کا پیغام کئی شہروں اور ملکوں میں پہنچایا گیا وہاں پر سفیر بھیجے گئے وہاں محنت سے کام کیا گیا اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت ہوگی ہر طرف صلوٰۃ وسلام کی صدائیں گونجنے لگیں مسلمان بیدار ہونے لگے۔اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرنے لگے۔برصغیر کے کئی علاقوں میں مساجد قائم ہونے لگیں اور وہاں پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تلامذہ اور خلفاء عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں روشن کرنے لگے۔یہی طریقہ آپؓ کے شہزادگان حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے جاری رکھا چنانچہ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف سے تحصیل علم کرنے والوں کو مختلف شہروں میں سفیر بنا کر بھیجا گیا۔صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضور مولانا

[pagebreak]

امجد علی اعظمی، حضرت صدر الا فاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مبلغ اسلام جناب مفتی عبد العلیم صدیقی علیہم الرحمہ والرضوان نے بھی اپنے اپنے تلامذہ اور خلفاء کو مختلف علاقوں میں بھیجا تا کہ ان علاقے کا تحفظ ہو سکے۔ پاکستان بن جانے کے بعد حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے بھی شریف منڈی بہاؤ الدین ہجرت تشریف لائے تو شہزادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں خط لکھا کہ میں فی الحال جلال الدین شاہ صاحب کے پاس منڈی بہاؤ الدین میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ دریال گڑھ کی زمین لائلپور میں ملنے کا امکان ہے اس کے جواب میں شہزادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا کہ منڈی بہاؤ الدین میں جلال الدین شاہ صاحب ہیں جو بریلی سے فارغ التحصیل ہیں آپ لائلپور تشریف لے جائیں۔ کیونکہ اس علاقے میں ہمارا کوئی نمائندہ نہیں۔ چنانچہ آپ اپنے خاندان کے ساتھ لائلپور میں آباد ہو گئے۔

2۔ نمائندہ کا مرکز سے رابطہ: نمائندہ کا مرکز سے ہر وقت رابطہ بہت ضروری ہے تا کہ اپنے علاقے کی صورت حال سے مرکز کو آگاہ کرتے اور حسب حال مرکز سے مدد لے سکے اور مرکز میں بھی واعظ، مناظر اور تصنیف موجود ہوں تا کہ اپنے علاقے میں جامعہ، جلسہ، کانفرنس، اجتماع اور مجتب کا انعقاد کرتا رہے اپنے علاقے میں بھرپور اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کیلئے علمائے اہلسنت کی تصانیف کی اشاعت کروائے تقسیم کرائے تا کہ عوام بدعقیدگی سے محفوظ اور اعمال صالح سے باخبر رہیں۔ اس سلسلے میں مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات محمد احمد قادری اشرفی اور حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب لائلپوری رحمۃ اللہ علیہم کا عمل مشعل راہ ہے جن کا مرکز بریلی شریف سے رابطہ بھی تھا اور بریلی شریف سے چھپنے والی ہر کتاب اور رسالہ ان تک پہنچتا تھا اور وہ اسے لاہور سے شائع کروا کر تقسیم کر دیتے تھے یہ ایک نمائندے کی مرکز سے رابطے کی عمدہ مثال ہے۔

3۔ سرکوبی اعداء کیلئے وسائل کا استعمال: مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کو ختم کرنا اور اپنے وسائل کو بروئے کار لانا یہ مرکز کی ذمہ داری ہے مرکز میں تشریف فرما حضرات کو موجودہ حالات سے باخبر رہنا اور نت نئے مسائل کا حل تلاش کرنا بے حد ضروری ہے۔ سرکوبی اعداء کیلئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ، واعظ، مناظر تصانیف، دستے، میگزین اور رسالے بروقت تیار رکھنا مرکز کا فرض ہے اور نمائندگان کو مرکز سے ہر وقت عملی اور مالی تعاون کی ضرورت ہے۔ اپنے اپنے علاقے میں واعظین اہلسنت کے خطبات کروانا تصانیف، دستے، میگزین اور رسالے پہنچانا یہ نمائندے کا فرض ہے۔ ایک اچھا نمائندہ مرکز سے مل کر اپنے علاقے سے بدعقیدگی اور بدعملی کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی سے لائلپور منتقل ہو جانے کے بعد بھی اپنے اساتذہ شہزادگان اعلیٰ حضرت وخلفاء اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا رابطہ بحال رکھا اور نا صرف فیصل آباد بلکہ پورے پنجاب میں بد مذاہب کا قولاً وعملاً قلع قمع فرمایا اور ''فکر رضا'' کو ایسا اجاگر فرمایا کہ نہ صرف پنجاب بلکہ پورے پاکستان میں آپ کا فیض جاری ہو گیا۔ حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب میں ''فکر رضا کا سفیر'' بن کر دکھایا اور آنے والوں کیلئے عمدہ مثال قائم کی اگر آج ہم بھی ''حضور محدث اعظم پاکستان'' رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُن کا طریقہ اپنائیں اور سرکوبی اعداء کیلئے اپنے وسائل کا بھرپور استعمال کریں اور خلوص واخلاق حسنہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیں تو وہ دن دور نہیں جب ہمارے سامنے سے بھی تاریکی اور مایوسی کے بادل چھٹ جائیں اور ''فکر رضا'' کی صدائیں گونجنے لگیں ہر طرف اہلسنت کی بہاریں جگمگانے لگیں۔

ایڈیٹر

9۔ جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنے معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائیں جائیں اور جس کام کی انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

تسھیل:۔ جو ہم میں کام کرنے والے افراد اپنے کاروبارِ زندگی میں معروف ہیں جس کی وجہ سے وہ مستقبل وقت نہیں دے سکتے تو انھیں معقول وظائف مقرر کرکے غم روزگار سے آزاد کیا جائے تاکہ اُن کی صلاحیتوں کے مطابق اُن سے کام لیا جاسکے۔

ا۔ قابل کار کی تلاش۔

۲۔ فارغ البال کیسے بنایا جائے؟

۳۔ کام کرنے والے کی مہارت کا اندازہ۔

1۔ قابل کار کی تلاش: زندگی کے کسی بھی شعبے میں کام کرنے والے افراد کی ضرورت ہر وقت درپیش رہتی ہے۔ بقول شاعرِ مشرق ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ ہر کام کرنے والا ملک وملت کے لیے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتا ہے۔ جس سے آنے والے کئی سالوں کا جمود ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن ان قابل کار کو تلاش کرنا قائد اور امیر کا کام ہے جس کے نیچے ایک ایسی جماعت یا کمیٹی کام کر رہی ہو جو اس بات کو دِل سے محسوس کرے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کام کرنے کیلئے اور قحط الرجال کے افلاس کو ختم کرنے کیلئے کیسے افراد کی ضرورت ہے۔ اور کون کون سے افراد مختلف شعبہ جات میں کام کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ان کی مصروفیات زندگی کیا ہیں؟ اوقات کار کیا ہیں؟۔ وہ کتنا وقت اپنے کاروبار نوکری، گھر یا دوسری سرگرمیوں کو دیتے ہیں۔ اس بات کو پرکھنے کیلئے معاشرے میں عقاب سے بھی زیادہ تیز نظر کی ضرورت ہے۔ اس طرف امام اہلسنّت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ الرحمٰن اشارہ فرما رہے ہیں کہ جو اچھا کام کرنے والے افراد اپنی ذاتی مجبوریوں کی وجہ وقت نہیں نکال سکتے انھیں پہچانا جائے انھیں آسانیاں مہیا کی جائیں۔ اُن کے دکھ درد کا مداوا کیا جائے۔

2۔ فارغ البال کیسے بنایا جائے؟: جب ایسے افراد کی قائد اور تنظیم کو پہچان ہو جائے تو پھر دوسرا کام ایک کامیاب قائد اور امیر کا یہ ہے کہ اُسے کام میں کس طرح لایا جائے تو اس کے لیے سب سے پہلے قائد کیلئے ایسے افراد سے شفقت ومحبت ضروری ہے۔ ایسے افراد کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ ایک وہ جو اپنی مضبوط مالی پوزیشن کے تحت اپنے کاروبارِ زندگی میں سے کچھ نہ کچھ وقت روزانہ نکال سکتے ہیں دوسرے وہ جو ملازمت یا نوکری پیشہ ہونے کی وجہ روزانہ وقت نہیں دے سکتے تو ایسے افراد کیلئے معقول وظائف کا بندوبست کیا جائے تاکہ وہ مکمل وقت اس کو دیں جو اُن کی

[pagebreak]

صلاحیتیں دُنیاوی کاموں میں پڑ کر ضائع ہو رہی تھیں اُنھیں بروئے کار لایا جاسکے۔ اور سہ ماہی یا ششماہی رپورٹ کے مطابق اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعامات اور سہولیات سے نوازا جائے تاکہ وہ مزید محنت کرسکیں۔

3۔ کام کرنے والے کی مہارت کا اندازہ: کام کرنے والے کی مہارت کا اندازہ کیسے لگا جائے تاکہ وقت کا ضیائع نہ ہو تھوڑے وقت میں زیادہ کام مکمل ہو۔ اچھا کام کرنے والے کی صلاحیت کا اندازہ لگانے کیلئے مختلف طریقے اپنائے جاسکتے ہیں۔ انٹرویو، امتحان یا لگاوٴ سے دیکھا جاسکتا ہے جس شعبے میں سوالات درست ہوں اُسی میں لگایا جائے بعض اچھا کام کرنے والے افراد بھی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے اپنی صلاحیتیں ضائع کر بیٹھتے ہیں ہمیں چاہیے جیسے ہی کوئی فرد تعلیم سے فارغ اُسے کام میں لے آئیں اور معقول وظیفہ مقرر کر کے اچھی تربیت دی جائے پھر دو تین سال کے بعد وہ فرد قوم و ملت کیلئے بہت اچھا کام کرنے والا ثابت ہوگا۔ ایک چیز جو اس وقت ہمیں محسوس نہیں ہو رہی اور مستقبل میں شدت سے محسوس ہوگی وہ یہ کہ ہمارا نوجوان ٹیلنٹ بڑی بے دردی سے ضائع ہو رہا ہے اسے بچانے کیلئے کام لانے کیلئے کوئی ایسا ادارہ نہیں جو اس کی فکر کرے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے طفیل ہمیں اس بارے میں سوچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایڈیٹر
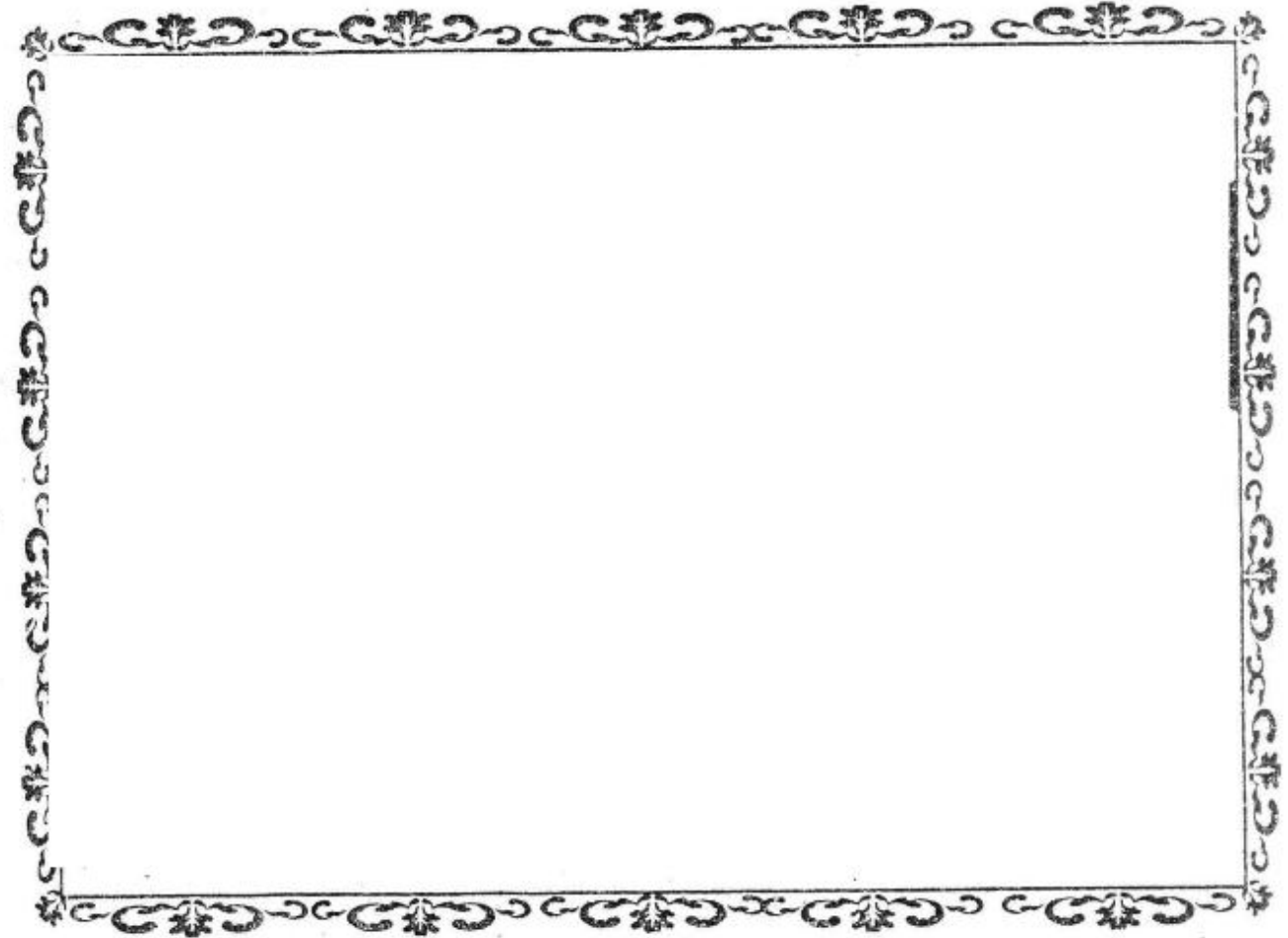
10۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ کم سے کم ہفتہ وا[ر] پہنچاتے رہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کہ آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا اور کیوں نہ صدق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۱۳۲)

تسھیل:۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول مبارکہ کی روشنی میں یہ بات بڑی اچھی طرح واضح ہو رہی ہے کہ ہمارے اپنے ایسے اخبار جرائد ہونے چاہیے جن میں ایسے مضامین شائع ہوں جنہیں پڑھ کر مسلمانوں کے عقائد حقہ مضبوط ہوں اور یہ اخبار و جرائد قارئین تک قیمتاً و بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار ضرور پہنچیں تا کہ بد مذاہب کو غلط لٹریچر پھیلانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

وضاحت:۔ فروغ اسلام کیلئے بیان کردہ امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے دس نکاتی تعلیمی پروگرام کے دسویں او[ر] آخری نکتے میں ہمیں مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ہے۔

(۱) کیا ہمارا کوئی اخبار شائع ہوتا ہے؟ (۲) حمایت مذہب میں عمدہ مضامین، ملک بھر میں روزانہ کیسے پہنچائے جا سکتے ہیں؟ (۳) کیا ہم کوئی اخبار روزانہ کم از کم ہفتہ وار خریدنے کیلئے تیار ہیں؟ (۴) کیا آج دین کا کام بغیر درم و دینار کے ممکن ہے؟

1۔ کیا ہمارا کوئی اخبار شائع ہوتا ہے؟۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی طرف اہلسنت وجماعت نے تقریباً ایک صدی سے سنجیدگی کے ساتھ غور ہی نہیں کی[ا] جس کی بدولت آج ہم اپنے تابناک ماضی کو بیان کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں اور اگر دلیری سے بیان کر بھی دیں تو سننے والا یقین نہیں کرتا اس کی وجہ اپنی تاریخ [کو] عوام کی آنکھوں سے اوجھل رکھنا ہے جبکہ مد مقابل نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے کئی جھوٹے واقعات کو اس عیاری سے سنوارا کہ قارئین کو جھوٹ پڑھ پڑھ [کر] اس قدر یقین ہو گیا شاید سچ یہی ہے۔ یعنی محاورہ ہے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے اس قدر بولوں کہ سچ معلوم ہو۔ ہمارے یہاں سچی تاریخ سے بے التفا[تی] برتی گئی۔ قرطاس وقلم سے اپنا ناطہ توڑ لیا گیا۔ تقاریر کے بہانے تحریر سے راہ فرار حاصل کیا گیا آج نتیجہ یہ نکلا اس برِ عظیم پاک وہند میں اپنا مؤثر اخبار و جر[یدہ] نہیں جس کے ذریعے عوام کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر سکیں۔ آج آپ پورے پاکستان ہندوستان بلکہ دنیا کے کسی بھی ملک میں نظر دوڑا[کر] دیکھیں کہ ہمارا اپنا مذہبی یا نظریاتی کوئی ایسا اخبار یا جریدہ ہے جس کی سرکولیشن کم از کم پچاس ہزار روزانہ یا ہفتہ وار ہو۔ جسے عوام الناس ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں ج[س] کی خبر پر اعتماد کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے عظیم امام نے سو سال پہلے ہمیں اخبار شائع کرنے کی تلقین فرمائی اور کروڑوں سنی مسلمانوں تک روزانہ یا کم از کم ہفتہ [وار] پہنچانے کا حکم فرمایا لیکن ہم نے اس نصیحت پر کان نہ دھرے اپنے معمولات میں لگے رہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آج ہم اخبار و جرائد کے حوالے سے ب[ہت] کمزور اور لاچار ہیں؟ میرے خیال میں اس بات کا جواب مؤثر انداز میں رضویات پر کام کرنے کیلئے مرکزی مجلس رضا لاہور کی بنیاد رکھنے والے حکیم محمد [موسیٰ] امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے خوب دیا ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے "کہ اگر پریس کی طاقت کو نہیں سمجھے تو ہمارے لوگ نہیں سمجھے"۔ واقعی ہی ہم نے اپنی سنہری تا[ریخ] کو اخبار و جرائد کی زینت نہیں بنایا اور نہ اس کیلئے کوئی مؤثر منصوبہ بندی پریس فیلڈ میں کی۔ بعض افراد کے ذہن میں یہ بات ہو گئی ہمارے تو بہت سے اخبار و

[pagebreak]

ۓ اور رسائل چھپتے ہیں پھر آپ کا "پریس نوحہ" چہ معنی دارد تو اس پر عرض ہے کہ واقعی ہی کئی ہماری طرف سے اخبار جاری ہوئے لیکن کچھ عرصہ جاری رہنے
عد بند ہوگئے اور آج اُن اخبار و رسائل کا نام لینے والا کوئی نہیں اس کی وجہ عوام الناس کا اخبار و رسائل سے عدم دلچسپی اور اہل علم صاحب ثروت افراد کی بے
ی بھی ہے اگر آج ہم نے نعت و تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کے کچھ فضائل بیان کیے ہوتے تو ماحول کچھ اور ہوتا۔ اور ہم میں مزید اہل علم حضرات پیدا ہوتے
حمایت مذہب میں عمدہ مضامین ملک بھر میں روزانہ کیسے پہنچائے جاسکتے ہیں؟۔ اس بات کا جواب بھی غالباً "پریس کی قوت" میں مضمر ہے روزانہ اگر
ی بھی صورت میں مضامین عوام تک ملک بھر میں پہنچائے جاسکتے تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے "میڈیا" الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا ہی اس
میں ایسے ذرائع ہیں جس کے ذریعے آپ اپنا پیغام روزانہ پہنچا سکتے ہیں کتب کے ذریعے بھی عمدہ مضامین عوام تک ملک بھر میں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن
ب بینی کا شوق اس دور میں بدقسمتی سے کم ہوتا جارہا ہے صبح اٹھ کر ہم قرآن مجید پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن اخبار ضرور پڑھتے ہیں۔ گویا اس دور میں اتنی
رت معاذ اللہ قرآن مجید کی نہیں سمجھتے جس قدر اخبار کی سمجھتے ہیں فرق صاف ظاہر ہے اگر سمجھتے ہوتے تو روزانہ پہلے قرآن مجید کی تلاوت کرتے پھر بے
ں اخبار پڑھتے اور بعض خوش نصیب مسلمان صبح اُٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہیں پھر اخبار وغیرہ یا کوئی اور کام کرتے ہیں۔ یا خبریں سنتے ہیں، گویا اخبار پڑھنے
عادت سب کی ہے حالات سے باخبر ہر کوئی رہنا چاہتا ہے لیکن عقائد و اعمال سے بے خبر ہے تو ایسے میں اخبار ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے یہ
ممکن ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بیمار اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس کے منہ کی کڑواہٹ دوا پینے کیلئے تیار نہ ہو تو اس کے منہ کی کڑواہٹ کو ختم کرنے کیلئے
ں ایسی چیز میں جسے وہ بیماری کی حالت میں بخوشی پی لے تو اس ملا کر پلا دینا حکمت عملی کا تقاضا اور مریض کی جان بچانے کیلئے ضروری ہے۔
۔ کیا ہم کوئی اخبار روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار خریدنے کیلئے تیار ہیں؟۔ یہ بھی ایک ایسا سوال ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بیان فرما اس نکتے
ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آج ہمارے اندر عوام و خواص الا ماشاء اللہ سب کا یہ ذہن بن چکا ہے۔ کوئی بھی مذہبی کتاب اخبار یا رسالہ ہے تو
ل قیمت ہے یعنی فری ہے اور اگر دنیاوی کوئی کتاب یا اخبار یا رسالہ ہے تو اس کی بھاری ادائیگی ہے۔ اس مفت پرستی کے ذہن نے ہمیں بہت نقصان
پایا ہے۔ جس کا سب بڑا نقصان تو یہ ہے کہ ہم میں کوئی مذہبی کتاب اخبار رسالہ قیمتاً خریدنے کیلئے تیار نہیں جس کے سبب ہمارے کئی ادارے اور مکتبے بند
ئے کئی اخبار و رسائل زمانے کی نذر ہوگئے۔ اگر ہم نے خرید کے ذریعے ہی اپنے اداروں کی مدد کی ہوتی تو وہ چھپتے اور مضامین ہم پڑھتے لیکن ایک اہل علم
مطابق ہمارے لوگ تو پہلے خوب امتحان لیتے ہیں پھر تعاون کا سوچتے ہیں اور دوسرے پہلے تعاون کرتے ہیں پھر امتحان کا سوچتے ہیں اور ایک قدیم کتب
نے کے ناظم کے مطابق اس "شعبے میں خزانہ قارون کا صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا چاہیے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو بلا قیمت فرمایا ہے تو اس سے
دا ایسے صاحب ثروت حضرات اس مشن میں آگے بڑھیں اور خود خرید کر ایسے علاقوں میں مفت تقسیم کردیں جہاں لوگ خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے۔
۔ کیا آج دین کا کام بغیر درم و دینار کے ممکن ہے؟۔ یہ کہنے والے بھی کہ آج دین کا کام بغیر درم و دینار کے ممکن ہے جگہ جگہ فنڈ اکٹھے کرتے نظر آتے
ں۔ کوئی لاکھ کہے لیکن ہم کیسے یقین کرلیں کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت میں دین کا کام بھی درم و دینار کے بغیر نہیں چلے
۔ ہوسکتا ہے کہ یہ آخیر زمانہ نہ ہو لیکن قیامت کی کئی نشانیاں ظاہر ہوجانے کے بعد قرب قیامت کے کئی آثار ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور ایسے حالات میں بغیر درم و
نار کے دین کا کام کرنا بہت مشکل بلکہ نا ممکن ہے کیونکہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا کلام ہے۔ صرف اس دور میں درم و دینار کا صحیح جگہ استعمال جاننا
روری ہے۔ جس کی طرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس دس نکاتی تعلیمی پروگرام میں اشارہ فرمایا ہے۔ ہم بھی ایک اخبار فکر رضا لاہور کا آغاز اس ماہ سے انشاء
ہ کر رہے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کے راستے میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے اور اس کی کامیابی کیلئے دعا فرمایئے اللہ عزوجل اپنے
رے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل توفیق عطا فرمائے کہ یہ اخبار "فکر رضا" لاہور حقیقی معنوں میں خواب رضا کی تعبیر بن جائے۔ آمین ایڈیٹر